"بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں برمنارِ بلند تر محکم اُفتاد۔"
(الہام حضرت مسیح موعودؑ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ۝ وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

REGD.NO. P/GDP-3.

ولقد نصرکم اللّٰہ ببدرٍ وّانتم اذلّۃ

ہفت روزہ بدر قادیان

جلد ۲۵

شُمارہ ۵۲-۵۳

ایڈیٹر:- محمد حفیظ بقاپوری
نائبین:- جاوید اقبال اختر
محمد انعام غوری

شرحِ چندہ
سالانہ ۱۵ روپے
ششماہی ۸ روپے
ممالکِ غیر ۳۰ روپے
فی پرچہ ۳۰ پیسے

THE WEEKLY BADR QADIAN. PIN. 143516.

۲/۹ محرّم ۱۳۹۷ ہجری ○ ۲۳/۳۰ فتح ۱۳۵۵ ہجری شمسی ○ ۲۳/۳۰ دسمبر ۱۹۷۶ء

"نئی دُنیا" کے رہنے والوں تک نئی زمین اور نئے آسمان کی بشارت پہنچانے کی غرض سے

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہُ اللہ کا کامیاب دورۂ امریکہ

"خدا تعالےٰ سے یکسر مُنہ موڑ لینے اور اسے فراموش کر دینے کے نتیجہ میں دُنیا مکمل تباہی کے کنارے پر آکھڑی ہوئی ہے۔ اِس زمانہ میں انہیں مکمل تباہی سے بچانے کی ذمّہ داری ہم پر ڈالی گئی ہے۔ یہ ذمّہ داری بہت عظیم ہے۔ اِس کے لئے ہمارے مَردوں اور ہماری عورتوں سب کو اپنی استعداد کی آخری حد تک پوری پوری جدّ و جہد کرنا ہوگی"

(بدر ۴ رنومبر ۱۹۷۶ء)

فوٹو:- سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہُ اللہ مبلّغینِ امریکہ و کنیڈا کے ساتھ ۞

سرورق جے ہند پرنٹنگ پریس نہرو گارڈن روڈ جالندھر میں چھپا — ملک صلاح الدین ایم اے پرنٹر و پبلشر نے فضلِ عمر پرنٹنگ پریس محلہ احمدیہ قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان (پن ۱۴۳۵۱۶) سے شائع کیا۔
پرو پرائیٹر:- صدر انجمن احمدیہ قادیان ۞

ہفت روزہ بدر قادیان
مورخہ ۲۳/۳۰ فتح ۱۳۵۵ہش

صدائے قادیاں!
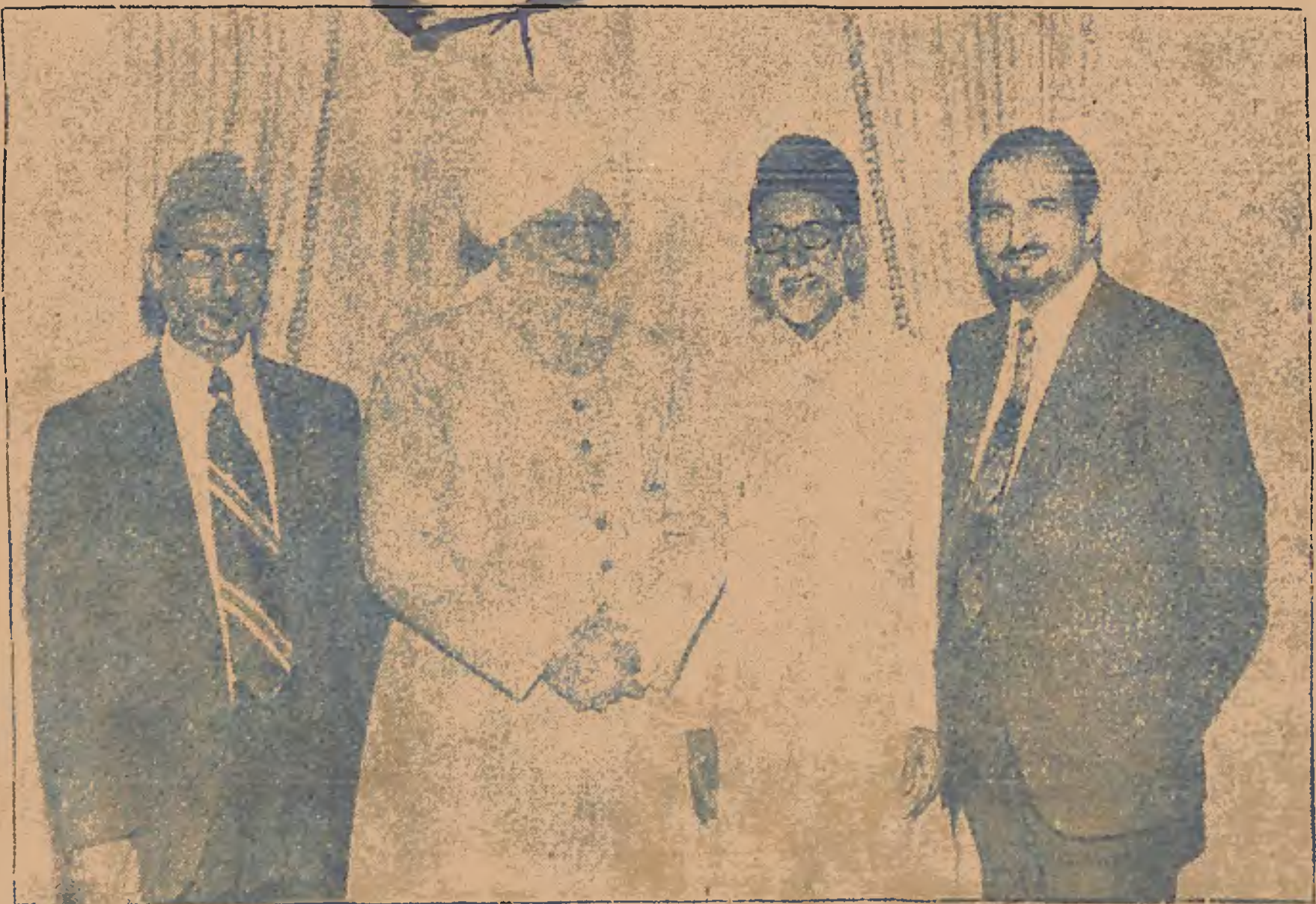
مُخبرِ صادق فخرِ موجودات پاک محمّد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کی وہ بات جو عروجِ اسلام کے بعد مُسلمانوں پر دورِ تنزّل آنے سے متعلق تھی، جب حرف بحرف پُوری ہو گئی اور تاریخی واقعات اور واضح مشاہدات نے اس پر مہرِ تصدیق ثبت کر دی تو تنزّل کے بعد امام مہدیؑ کے ذریعہ اسلام کی نشأۃِ ثانیہ کی پیش خبری اور عظیم بشارت کے پُورا ہونے سے اِنکار ممکن نہیں۔ بمطابق حدیثِ نبویؐ اِسلام کی ابتدائی تین صدیاں خَیْرُ القُرُوْن تھیں۔ جن کے بعد ایک ہزار سال کا زمانہ مسلمانوں پر روحانی لحاظ سے تنزّل کا زمانہ تھا جسے فیجِ اعوج کے نام سے بھی پُکارا گیا ہے۔ تیرہویں صدی کے اختتام اور چودھویں صدی کے آغاز میں بشارتِ نبویؐ کے مطابق اسلام کے بطلِ جلیل حضرت امام مہدی و مسیح محمّدی کا مبعُوث ہو جانا ضروری تھا ـــــ!!

چنانچہ یہ وہی وقت ہے جبکہ آج سے ۹۴ سال پہلے مارچ ۱۸۸۲ء میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیّہ علیہ السّلام نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "براہینِ احمدیہ" شائع کی اس کے ذریعہ قادیان کی بستی سے ایک صدا بلند ہُوئی اور حضورؑ کو منصبِ مجدّدیت پر فائز کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے حضورؑ کو الہاماً مخاطب کر کے فرمایا:۔

یَا اَحْمَدُ بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكَ مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّا اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ۔ قُلْ اِنِّیْ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔ كُلُّ بَرَكَةٍ مِّنْ مُّحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَبَارَكَ مَنْ عَلَّمَ وَتَعَلَّمَ۔ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَیَّ اِجْرَامِیْ هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ۔ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ۔

(براہینِ احمدیہ حصّہ سوم صفحہ ۲۳۸ حاشیہ در حاشیہ بحوالہ تذکرہ صفحہ ۴۳ تا ۴۵ ایڈیشن دوم)

"اے احمد خدا نے تجھ میں برکت رکھ دی ہے۔ جو کچھ تُو نے چلایا وہ تُو نے نہیں چلایا بلکہ خُدا نے چلایا۔ رحمٰن خُدا نے تجھے قرآن سکھایا تاکہ تُو اُن لوگوں کو ڈراوے جن کے باپ دادے ڈرائے نہیں گئے۔ اور تاکہ مجرموں کی راہ کھل جائے۔ کہہ مَیں خدا کی طرف سے مامور ہوں اور مَیں (اپنی اِس وحی پر اور خدا تعالےٰ کے اِس فرمان پر) سب سے پہلے ایمان لانے والا ہوں۔ کہہ حق آیا اور باطل بھاگ گیا اور باطل بھاگنے والا ہی تھا۔ (اِس منصبِ عالی پر یہ برکت حضرت پاک محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم فائز کیا گیا کیونکہ) ہر ایک برکت محمّد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے۔ پس بڑا مبارک وہ ہے جس نے تعلیم دی (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم) اور جس نے تعلیم پائی (یعنی حضرت امام مہدی علیہ السّلام)۔ کہہ اگر مَیں نے افتراء کیا ہے تو میری گردن پر میرا گناہ ہے۔ خُدا وہ خدا ہے جس نے اپنا رسُول اور اپنا فرستادہ اپنی ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا اِس دین کو ہر قسم کے دین پر غالب کرے۔ خدا کی باتوں کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔"

چودھویں صدی پہلی صدیوں سے بالکل مختلف تھی۔ اِس میں جہاں اِنسان کے لئے دنیوی طور پر سائنس اور ٹیکنالوجی میں محیّر العقول ترقی کر جانا مقدّر تھا اُسی وقت دجّالی فِتنوں۔ خُدا فراموشی خدا بیزاری۔ گناہوں کی کثرت۔ فسق و فجور میں نہایت درجہ انہماک اُسے رُوحانیت سے بہت دُور لے جانے کا باعث بن جانے والا تھا۔ اِس لئے ایسے پُر آشوب زمانہ میں کسی معمولی قسم کے مُجدّد کے بس میں نہ تھا کہ خطرناک طور پر بگڑی دُنیا کو سچّی رُوحانیت کی طرف لا سکے۔ یہی سبب ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو مجدّدِ وقت کے ساتھ ساتھ مسیح موعُود و مہدیٔ معہُود بنا کر بھیجا گیا۔ اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے نائب اور ظلِّ کامل ہونے کی وجہ سے آپؑ نے موعودِ اقوامِ عالم بن کر ساری دُنیا کی اقوام کو ایک ہی رُوحانی پلیٹ فارم پر جمع کرنے کا کام شرُوع کیا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں حضُور علیہ السلام نے ۱۸۹۳ء میں قادیان ہی کی سرزمین سے اپنی مشہُور و معروف کتاب "آئینۂ کمالاتِ اسلام" میں عُلومِ جدیدہ پر بالآخر اسلام کے غالب آ جانے کا پُر شوکت اعلان بطور پیشگوئی فرماتے ہوئے تحریر کیا:۔

"اس زمانہ میں جو مذہب اور علم کی نہایت سرگرمی سے لڑائی ہو رہی ہے اس کو دیکھ کر اور علم کے مذہب پر حملے مشاہدہ کر کے بے دِل نہیں ہونا چاہیئے کہ اب کیا کریں۔ یقیناً سمجھو کہ اِس لڑائی میں اسلام کو مغلوب اور عاجز دُشمن کی طرح صلح جوئی کی حاجت نہیں بلکہ اب زمانہ اسلام کی رُوحانی تلوار کا ہے۔ جیسا کہ وہ پہلے کسی وقت اپنی ظاہری طاقت دِکھلا چکا ہے۔ یہ پیشگوئی یاد رکھو کہ عنقریب اس لڑائی میں بھی دُشمن ذِلّت کے ساتھ پسپا ہوگا۔ اور اسلام فتح پائے گا۔ حال کے عُلوم جدیدہ کیسے ہی زور آور حملے کریں، کیسے ہی نئے نئے ہتھیاروں کے ساتھ چڑھ چڑھ کر آویں۔ مگر انجامِ کار اُن کے لئے ہزیمت ہے۔ مَیں شکرِ نعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ اسلام کی اعلےٰ طاقتوں کا مجھ کو علم دیا گیا ہے۔ جس علم کی رُو سے مَیں کہہ سکتا ہُوں کہ اِسلام نہ صرف فلسفۂ جدیدہ کے حملہ سے اپنے تئیں بچائے گا بلکہ حال کے علومِ مخالفہ کی جہالتیں ثابت کر دے گا۔ اسلام کی سلطنت کو اِن چڑھائیوں سے کچھ بھی اندیشہ نہیں ہے جو فلسفہ اور طبعی کی طرف سے ہو رہے ہیں۔ اس کے اقبال کے دِن نزدیک ہیں اور مَیں دیکھتا ہُوں کہ آسمان پر اس کی فتح کے نشان نمودار ہیں۔ یہ اقبال رُوحانی ہے اور فتح بھی رُوحانی۔ تا باطل علم کی مخالفانہ طاقتوں کو اس کی الٰہی طاقت ایسا ضعیف کرے کہ کالعدم کر دیوے۔" (آئینۂ کمالاتِ اسلام صفحہ ۲۵۴ حاشیہ مطبوعہ ۱۸۹۳ء)

سچّی رُوحانیت زندہ خدا کے ساتھ تعلّق کا نام ہے۔ اِس لئے ایسے خُدا فراموشی بلکہ خُدا بیزاری کے زمانہ میں مقدّس بانیٔ سلسلہ احمدیّہ حضرت امام مہدی علیہ السّلام نے تمام نوعِ اِنسان کو سچے خدا کی طرف بُلاتے ہوئے کمال ہمدردی سے سنہ ۱۹۰۱ء میں اعلان کیا:۔

"مَیں تمام مُسلمانوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں اور آریوں پر یہ بات ظاہر کرتا ہُوں کہ دُنیا میں کوئی میرا دُشمن نہیں ہے۔ مَیں بنی نوع سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ جیسے والدۂ مہربان اپنے بچّوں سے بلکہ اس سے بڑھ کر ـــ مَیں صرف اُن باطِل عقائد کا دُشمن ہوں جن سے سچّائی کا خُون ہوتا ہے۔ انسان کی ہمدردی میرا فرض ہے اور جُھوٹ اور شِرک اور ظلم اور ہر ایک بدعملی اور ناانصافی اور بد اخلاقی سے بیزاری میرا اُصول۔ میری ہمدردی کے جوش کا اصل محرّک یہ ہے کہ مَیں نے ایک سونے کی کان نِکالی ہے اور مجھے جواہرات کے معدن پر اطّلاع ہوئی ہے اور مجھے خوش قسمتی سے ایک چمکتا ہُوا اور بے بہا ہیرا اُس کان سے مِلا ہے۔ اور اُس کی اِس قدر قیمت ہے کہ اگر مَیں اپنے اِن تمام بنی نوع بھائیوں میں وہ قیمت تقسیم کروں تو سب کے سب اُس شخص سے زیادہ دولت مند ہو جائیں جس کے پاس آج دُنیا میں سب سے بڑھ کر سونا اور چاندی ہے۔ وہ ہیرا کیا ہے؟ سچّا خُدا ـــــ!! اور اس کا حاصل کرنا یہ ہے کہ اُس کو پہچاننا ـــــ اور سچّا ایمان اس پر لانا اور سچّی محبت کے ساتھ اُس سے تعلّق پیدا کرنا اور سچّی برکات اس سے پانا ـــــ پس اِس قدر دولت پا کر سخت ظلم ہے کہ مَیں بنی نوع کو اس سے محروم رکھوں۔ (آگے ملاحظہ ہو صفحہ ۲۳ پر)

اخبارِ احمدیّہ

قادیان ۲۰ فتح (دسمبر)۔ سیّدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق مورخہ ۱۸ دسمبر ۷۶ء کی اطلاع مظہر ہے کہ بفضلہٖ تعالیٰ حضور کی صحت اچھی ہے۔ الحمدُ للہ۔ حضور انور نے جلسہ سالانہ ربوہ کے تینوں روز خطاب فرمایا۔ احباب اپنے محبوب امام ہمام کی صحت و سلامتی، درازیٔ عمر اور مقاصدِ عالیہ میں فائز المرامی کے لئے دردِ دل سے دُعائیں کرتے رہیں۔

قادیان ۲۰ فتح (دسمبر)۔ مورخہ ۱۸ دسمبر ۷۶ء کو حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب فاضل ناظر اعلیٰ و امیر مقامی ربوہ کے سفر اور جلسہ سالانہ میں شرکت کے بعد بخیریت واپس قادیان تشریف لائے۔ اور مع جملہ درویشانِ کرام بفضلہٖ تعالیٰ خیریت سے ہیں۔ الحمدُ للہ۔

قادیان ۲۰ فتح (دسمبر)۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلّمہ اللہ تعالےٰ مع اہل و عیال بخیر و عافیت ہیں۔ الحمدُ للہ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا خدائی وعدوں پر کامل یقین اور مخالفین کو انتباہ

(۱)

"میرے پر ایسی رات کوئی کم گزرتی ہے جس میں مجھے یہ تسلی نہیں دی جاتی کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور میری آسمانی فوجیں تیرے ساتھ ہیں۔ اگرچہ جو لوگ دل کے پاک ہیں مرنے کے بعد خدا کو دیکھیں گے۔ لیکن مجھے اُسی کے مُنہ کی قسم ہے کہ میں اب بھی اس کو دیکھ رہا ہوں۔ دُنیا مجھے نہیں پہچانتی۔ لیکن وہ مجھے جانتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔ یہ ان لوگوں کی غلطی ہے اور سراسر بد قسمتی ہے کہ میری تباہی چاہتے ہیں۔ میں وہ درخت ہوں جس کو مالکِ حقیقی نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے۔ جو شخص مجھے کاٹنا چاہتا ہے اس کا نتیجہ بجز اس کے کچھ نہیں کہ وہ قارون اور یہودا اسکریوطی اور ابوجہل کے نصیب سے کچھ حصہ لینا چاہتا ہے ......

اے لوگو! تم یقیناً سمجھو کہ میرے ساتھ وہ ہاتھ ہے جو اخیر وقت تک مجھ سے وفا کرے گا اگر تمہارے مرد اور تمہاری عورتیں اور تمہارے جوان اور تمہارے بوڑھے اور تمہارے چھوٹے اور تمہارے بڑے سب مل کر میرے ہلاک کرنے کے لئے دُعائیں کریں۔ یہاں تک سجدے کرتے کرتے ناک گل جائیں اور ہاتھ شل ہو جائیں تب بھی خدا تمہاری دُعا نہیں سُنے گا اور نہیں رُکے گا جب تک وہ اپنے کام کو پُورا نہ کرلے۔ اور اگر انسانوں میں سے ایک بھی میرے ساتھ نہ ہو تو خدا کے فرشتے میرے ساتھ ہوں گے اور اگر تم گواہی کو چھپاؤ تو قریب ہے کہ پتھر میرے لئے گواہی دیں۔ پس اپنی جانوں پر ظلم مت کرو۔ کاذبوں کے اور مُنہ ہوتے ہیں اور صادقوں کے اور۔ خدا کسی امر کو بغیر فیصلہ کے نہیں چھوڑتا ...... جس طرح خدا نے پہلے مامورین اور مکذبین میں آخر ایک دن فیصلہ کر دیا اسی طرح وہ اِس وقت بھی فیصلہ کرے گا۔ خدا کے مامورین کے آنے کے لئے بھی ایک موسم ہوتے ہیں اور پھر جانے کے لئے بھی ایک موسم۔ پس یقیناً سمجھو کہ میں نہ بے موسم آیا ہوں اور نہ بے موسم جاؤں گا۔ خدا سے مت لڑو یہ تمہارا کام نہیں کہ مجھے تباہ کر دو۔"

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۲-۱۳)

(۲)

"وہ خدا جس کا قوی ہاتھ زمینوں اور آسمانوں اور اُن سب چیزوں کو جو اُن میں ہیں تھامے ہوئے ہے۔ وہ کب انسان کے ارادوں سے مغلوب ہو سکتا ہے۔ اور آخر ایک دن آتا ہے جب وہ فیصلہ کرتا ہے۔ پس صادقوں کی یہی نشانی ہے کہ انجام انہی کا ہوتا ہے۔ خدا اپنی تجلیات کے ساتھ ان کے دِل پر نزول کرتا ہے۔ پس کیونکر وہ عمارت منہدم ہو سکے جس میں وہ حقیقی بادشاہ فروکش ہے۔ ٹھٹھا کرو، جس قدر چاہو۔ گالیاں دو، جس قدر چاہو۔ اور تکلیف دہی کے منصوبے سوچو، جس قدر چاہو۔ اور میرے استیصال کے لئے ہر قسم کی تدبیریں اور مکر سوچو، جس قدر چاہو۔ پھر یاد رکھو کہ عنقریب خدا تمہیں دِکھلا دے گا کہ اس کا ہاتھ غالب ہے۔ نادان کہتا ہے کہ میں اپنے منصوبوں سے غالب ہو جاؤں گا۔ مگر خُدا کہتا ہے کہ اے لعنتی! دیکھ میں تیرے سارے منصوبے خاک میں مِلا دوں گا۔ اگر خدا چاہتا تو ان مخالف مولویوں اور اُن کے پَیرؤوں کو آنکھیں بخشتا اور وہ ان وقتوں اور موسموں کو پہچان لیتے جن میں خُدا کے مسیح کا آنا ضروری تھا۔ لیکن ضرور تھا کہ قرآن شریف اور احادیث کی وہ پیشگوئیاں پُوری ہوتیں جن میں لکھا تھا کہ مسیح موعود جب ظاہر ہوگا تو اسلامی علماء کے ہاتھ سے دُکھ اُٹھائے گا۔ وُہ اس کو کافر قرار دیں گے۔ اور اس کے قتل کے لئے فتوے دیئے جائیں گے۔ اور اس کی سخت توہین کی جائے گی۔ اور اس کو دائرۂ اسلام سے خارج اور دین کا تباہ کرنے والا خیال کیا جائے گا۔"

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۶)

(۳)

"یہ عاجز اگرچہ ایسے کامل دوستوں کے وجود سے خُدا تعالےٰ کا شکر کرتا ہے لیکن باوجود اس کے یہ بھی ایمان ہے کہ اگرچہ یہ ایک فرد بھی ساتھ نہ رہے اور سب چھوڑ چھاڑ کر اپنا اپنا راہ لیں تب بھی مجھے کچھ خوف نہیں۔ میں جانتا ہُوں کہ خدا تعالےٰ میرے ساتھ ہے۔ اگر میں پیسا جاؤں اور کُچلا جاؤں اور ایک ذرّے سے بھی حقیر تر ہو جاؤں اور ہر ایک طرف سے ایذاء اور گالی اور لعنت دیکھوں تب بھی میں آخر فتح یاب ہوں گا۔ مجھ کو کوئی نہیں جانتا۔ مگر وہ میرے ساتھ ہے۔ میں ہرگز ضائع نہیں ہو سکتا۔ دُشمنوں کی کوششیں عبث ہیں اور حاسدوں کے منصوبے لاحاصل ہیں۔

اے نادانو اور اندھو! مجھ سے پہلے کون صادق ضائع ہُوا جو میں ضائع ہو جاؤں گا۔ کس سچّے وفادار کو خدا نے ذلّت کے ساتھ ہلاک کر دیا جو مجھے ہلاک کرے گا۔ یقیناً یاد رکھو اور کان کھول کر سُنو کہ **میری رُوح ہلاک ہونے والی نہیں اور میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں۔** مجھے وہ ہمّت اور صدق بخشا گیا ہے جس کے آگے پہاڑ ہیچ ہیں۔ میں کسی کی پرواہ نہیں رکھتا۔ میں اکیلا تھا اور اکیلا رہنے پر ناراض نہیں۔ کیا خُدا مجھے چھوڑ دے گا۔ کبھی نہیں چھوڑے گا۔ کیا وہ مجھے ضائع کر دے گا۔ کبھی نہیں ضائع کرے گا۔ دُشمن ذلیل ہوں گے اور حاسد شرمندہ۔ اور خدا اپنے بندہ کو ہر میدان میں فتح دے گا۔ میں اُس کے ساتھ اور وہ میرے ساتھ ہے کوئی چیز ہمارا پیوند توڑ نہیں سکتی۔ اور مجھے اس کی عزّت اور جلال کی قسم ہے کہ مجھے دُنیا اور آخرت میں اس سے زیادہ کوئی چیز بھی پیاری نہیں کہ اُس کے دین کی عظمت ظاہر ہو۔ اس کا جلال چمکے۔ اور اس کا بول بالا ہو۔ کسی ابتلاء سے اُس کے فضل کے ساتھ مجھے خوف نہیں۔ اگرچہ ایک ابتلاء نہیں کروڑ ابتلا ہُوں۔ ابتلاؤں کے میدان میں اور دکھوں کے جنگل میں مجھے طاقت دی گئی ہے ؎

من نہ آنستم کہ روزِ جنگ بینی پشتِ من
آں منم کاندرمیاں خاک و خوں بینی سرے

پس اگر کوئی میرے قدم پر چلنا نہیں چاہتا تو مجھ سے الگ ہو جائے۔ مجھے کیا معلوم ہے کہ ابھی کون کونسے ہولناک اور پُرخار بادیہ درپیش ہیں جن کو میں نے طے کرنا ہے۔ پس جن لوگوں کے نازک پیر ہیں وہ کیوں میرے ساتھ مصیبت اُٹھاتے ہیں۔ جو میرے ہیں وہ مجھ سے جُدا نہیں ہو سکتے۔ نہ مصیبت سے، نہ لوگوں کے سبّ وشتم سے ؛ نہ آسمانی ابتلاؤں اور آزمائشوں سے۔ اور جو میرے نہیں وہ عبث دوستی کا دم مارتے ہیں۔ کیونکہ وہ عنقریب الگ کئے جائیں گے۔ اور اُن کا پچھلا حال اُن کے پہلے سے بدتر ہوگا۔ کیا ہم زلزلوں سے ڈر سکتے ہیں؟ کیا ہم خدا تعالیٰ کی راہ میں ابتلاؤں سے خوفناک ہو جائیں گے؟ کیا ہم اپنے پیارے خدا کی کسی آزمائش سے جُدا ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں ہو سکتے۔ مگر محض اُس کے فضل اور رحمت سے۔ پس جو جُدا ہونے والے ہیں جُدا ہو جائیں۔ ان کو وِداع کا سلام۔ لیکن یاد رکھو کہ بدظنّی اور قطع تعلق کے بعد اگر کسی وقت جھکیں تو جُھکنے کی عنداللہ ایسی عزّت نہیں ہوگی جو وفادار لوگ عزّت پاتے ہیں۔ کیونکہ بدظنّی اور غدّاری کا داغ بہت ہی بڑا داغ ہے ؎

اکنوں ہزار عذر بیاری گناہ را
مرشوئے کردہ را نبود زیبِ دختری"

(انوار الاسلام صفحہ ۲۳)

(۴)

"تم خوش ہو اور خوشی سے اُچھلو کہ خُدا تمہارے ساتھ ہے۔ اگر تم صدق اور ایمان پر قائم رہوگے تو فرشتے تمہیں تعلیم دیں گے اور آسمانی سکینت تم پر اُترے گی۔ اور رُوح القدس سے مدد دیئے جاؤ گے۔ اور خدا ہر ایک قدم میں تمہارے ساتھ ہوگا۔ اور کوئی تم پر غالب نہیں ہو سکے گا۔ خدا کے فضل کی صبر سے انتظار کرو۔ گالیاں سُنو اور چُپ رہو، ماریں کھاؤ اور صبر کرو۔ اور حتی المقدور بدی کے مقابلہ سے پرہیز کرو تا آسمان پر تمہاری مقبولیت لکھی جاوے۔" (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۶)

سیّدنا حضرت امام مہدی معہود علیہ السّلام کا اپنی جماعت کو خطاب

(۱)

ایک روز اللہ تعالیٰ کے حضور جانا ہے پس عُمدہ حالت میں اِس دنیا سے کوچ کرو!

"مَیں پھر پکار کر کہتا ہوں اور میرے دوست سُن رکھیں کہ وہ میری باتوں کو ضائع نہ کریں۔ اور ان کو صرف ایک قصّہ گو یا داستان کی کہانیوں ہی کا رنگ نہ دیں۔ بلکہ مَیں نے یہ ساری باتیں نہایت دِل سوزی اور سچّی ہمدردی سے جو فطرتًا میری رُوح میں ہے۔ کی ہیں۔ ان کو گوشِ دل سے سُنو اور ان پر عمل کرو۔

ہاں خوب یاد رکھو اور اس کو سچ سمجھو کہ ایک روز اللہ تعالیٰ کے حضور جانا ہے۔ پس اگر ہم عُمدہ حالت میں یہاں سے کوچ کرتے ہیں تو ہمارے لئے مبارکی اور خوشی ہے۔ ورنہ خطرناک حالت ہے۔ یاد رکھو کہ جب انسان بُری حالت میں جاتا ہے تو مکانِ بعید اس کے لئے یہیں سے شروع ہو جاتا ہے۔ یعنی نزع کی حالت ہی سے اس میں تغیر شروع ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّهٗ مَنْ يَّأْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى۔ یعنی جو شخص مجرم بن کر آئے گا اس کے لئے ایک جہنّم ہے جس میں نہ مرے گا اور نہ زندہ رہے گا۔"

(انفاخِ قدسیّہ صفحہ ۱۳۴-۱۳۵)

(۲)

نیکی کیا چیز ہے؟

"نیکی ایک زینہ ہے، اسلام اور خُدا کی طرف چڑھنے کا۔ لیکن یاد رکھو کہ نیکی کیا چیز ہے؟ شیطان ہر ایک راہ میں لوگوں کی راہ زنی کرتا ہے۔ اور ان کو راہِ حق سے بہکاتا ہے مثلاً رات کو روٹی زیادہ پک گئی اور صبح کو باسی بچ رہی۔ عین کھانے کے وقت کہ اس کے سامنے اچھے کھانے رکھے ہیں ابھی ایک لقمہ نہیں لیا کہ دروازے پر آ کر فقیر نے صدا کی اور روٹی مانگی، کہا کہ باسی روٹی سائل کو دے دو۔ کیا یہ نیکی ہو گی -؟ باسی روٹی تو پڑی ہی رہنی تھی۔ تنعّم پسند اسے کیوں کھانے لگے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا (الدھر) یہ بھی معلوم رہے کہ طعام کہتے ہی پسندیدہ طعام کو ہیں۔ سڑا ہُوا، باسی طعام نہیں کہلاتا۔ الغرض اس رکابی میں سے جس میں ابھی تازہ کھانا اور لذیذ اور پسندیدہ رکھا ہُوا ہے کھانا شروع نہیں کیا، فقیر کی صدا پر نکال دے تو یہ نیکی ہے۔

بیکار اور نکمّی چیزوں کے خرچ کرنے سے کوئی آدمی نیکی کرنے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ نیکی کا دروازہ تنگ ہے۔ پس یہ امر ذہن نشین کر لو کہ نکمّی چیزوں کے خرچ کرنے سے کوئی اس میں داخل نہیں ہو سکتا۔"

(انفاخِ قدسیّہ صفحہ ۶۵)

(۳)

اِسلامی پردہ

"آج کل پردہ پر حملے کئے جاتے ہیں۔ لیکن یہ لوگ نہیں جانتے کہ اِسلامی پردہ سے مُراد زندان نہیں۔ بلکہ ایک قسم کی روک ہے کہ غیر مرد اور عورت ایک دُوسرے کو نہ دیکھ سکے جب پردہ ہوگا، ٹھوکر سے بچیں گے۔ ایک منصف مزاج کہہ سکتا ہے کہ ایسے لوگوں میں جہاں غیر مرد و عورت اکٹھے بلا تامّل اور بے محابا مل سکیں۔ سیریں کریں۔ کیونکر جذباتِ نفس سے اضطرارًا ٹھوکر نہ کھائیں گے۔ بسا اوقات سُننے اور دیکھنے میں آیا ہے کہ ایسی قومیں غیر مرد اور عورت کے ایک مکان میں تنہا رہنے کو حالانکہ دروازہ بھی بند ہو کوئی عیب نہیں سمجھتیں۔ یہ گویا تہذیب ہے۔ انہی بد نتائج کو روکنے کے لئے شارعِ اسلام نے وہ باتیں کرنے کی اجازت ہی نہ دی جو کسی کی ٹھوکر کا باعث ہوں۔ ایسے موقع پر یہ کہہ دیا کہ جہاں اِس طرح غیر محرم مرد و عورت جمع ہوں تیسرا ان میں شیطان ہوتا ہے۔ ان ناپاک نتائج پر غور کرو جو یورپ اس خلیع الرّسن تعلیم سے بھگت رہا ہے۔ بعض جگہ بالکل قابلِ شرم طوائفانہ زندگی بسر کی جا رہی ہے... ......اِسلامی تعلیم کیسی پاکیزہ تعلیم ہے کہ جس نے مرد و عورت کو الگ رکھ کر ٹھوکر سے بچایا۔ اور انسان کی زندگی حرام اور تلخ نہیں کی۔ جس کے باعث یورپ نے آئے دن کی خانہ جنگیاں اور خود کشیاں دیکھیں۔"

(انفاخِ قدسیّہ صفحہ ۲۶-۲۷)

(۴)

مُجرم وہ ہے جو اپنی زندگی میں خُدا تعالیٰ سے اپنا تعلّق قطع کر لے

"مُجرم وہ ہے جو اپنی زندگی میں خدا تعالیٰ سے اپنا تعلّق کاٹ لیوے۔ اس کو تو حکم تھا کہ وہ خدا تعالیٰ کے لئے ہو جاتا۔ اور صادقوں کے ساتھ ہو جاتا۔ مگر وہ ہوا و ہوس کا بندہ بن کر رہا۔ اور شریروں اور دشمنانِ خُدا اور رسُولؐ سے موافقت کرتا رہا۔ گویا اس نے اپنے طرزِ عمل سے دِکھا دیا کہ خدا تعالیٰ سے قطع تعلّق کر لیا ہے۔ یہ ایک عادۃُ اللہ ہے کہ انسان جدھر قدم اُٹھاتا ہے اس کی مخالف جانب سے وہ دُور ہوتا جاتا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے الگ ہو کر اگر ہوا و ہوسِ نفسانی کا بندہ ہوتا ہے تو خدا اس سے دُور ہوتا جاتا ہے۔ اور جُوں جُوں اِدھر تعلّقات بڑھتے ہیں۔ اُدھر کم ہوتے ہیں۔ یہ مشہور بات ہے کہ دل را بدِل رہیست۔ پس اگر خدا تعالیٰ سے عملی طور پر بیزاری ظاہر کرتا ہے تو سمجھ لے کہ خدا تعالیٰ بھی اس سے بیزار ہے۔ اور اگر خدا تعالیٰ سے محبّت کرتا ہے اور پانی کی طرح اس کی طرف جھکتا ہے تو سمجھ لے کہ وہ مہربان ہے۔ ہر محبّت کرنے والے سے زیادہ اللہ تعالیٰ اس سے محبّت کرتا ہے۔ وہ وہ خُدا ہے کہ اپنے محبّوں پر برکات نازل کرتا ہے۔ اور اُن کو محسوس کرا دیتا ہے کہ خُدا اُن کے ساتھ ہے۔ یہاں تک کہ اُن کے کلام میں اور ان کے لبوں میں برکت رکھ دیتا ہے اور لوگ اُن کے کپڑوں اور اُن کی ہر بات سے برکت پاتے ہیں۔ اُمّتِ محمدیہ میں اِس کا بیّن ثبوت اس وقت بھی موجود ہے۔"

(رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء)

خطبہ جمعہ

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی معنوی اور لفظی تحریف سے حفاظت کے لئے ہر زمانہ اور ہر دور میں ہر قسم کے سامان پیدا کئے

اس زمانہ میں اسی مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مہدی معہود علیہ السلام کو مبعوث کیا ہے

سائنس، عقل اور مشاہدہ قرآن کریم کی عظمت اور رفعت کے حق میں واضح دلائل پیش کرتے ہیں!

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۲۸ فتح ۱۳۵۲ ہش مطابق ۲۸ دسمبر ۱۹۷۳ء بمقام جلسہ گاہ مردانہ ربوہ

سُورہ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیت کریمہ تلاوت فرمائی :-

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ○ (الحجر: ۱۰)

اور پھر فرمایا :-

قرآن کریم ایک کامل ہدایت اور ابدی شریعت کی شکل میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ پہلی الہامی کتب چونکہ مختلف مُلکوں اور مختلف زمانوں میں خاص قوموں کی ہدایت کے لئے نازل ہوئی تھیں اِس لئے اُن کے لئے

ابدی حفاظت کا وعدہ

نہیں تھا۔ لیکن قرآن کریم نے چونکہ قیامت تک کے انسان کی رُشد و ہدایت کا ذریعہ بننا تھا۔ اور انسان کی رُوحانی تشنگی دُور کرنے اور اس کی دنیوی علمی ضروریات کو پُورا کرنے کے سامان پیدا کرنے تھے۔ اور پھر چونکہ شیطان نے بھی اپنا پُورا زور لگانا تھا کہ وہ اس تعلیم کو اگر مٹا نہ سکے تو تحریف کے طور پر اس میں کسی نہ کسی شکل میں کوئی نہ کوئی رخنہ پیدا کر دے۔ اِس لئے اللہ تعالیٰ نے اِس آیۂ کریمہ میں جس کی مَیں نے ابھی تلاوت کی ہے، ہمیں یہ تسلّی دی ہے کہ اُس نے قرآن کریم کی حفاظتِ لفظی اور حفاظتِ معنوی کے سامان پیدا کر دیئے ہیں۔ اب کوئی شیطانی طاقت یا کوئی منصُوبہ قرآن کریم میں تحریف لفظی یا معنوی میں کامیاب نہیں ہوگا۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مبارک اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں اِس

کائنات کا نچوڑ

تھا۔ اِسی لئے کہا گیا

لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ

کہ اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اگر تجھے پیدا نہ کرنا ہوتا۔ اگر تیری پیدائش کا الٰہی منصوبہ نہ ہوتا تو اس کائنات کی پیدائش کی ضرورت ہی نہ تھی۔ اِس لئے آپؐ کو ایک کامل شریعت دی گئی۔ آپ کو ایک بلند ترین رُوحانی مقام عطا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قیامت تک کے لوگوں کے لئے اُسوۂ حسنہ بنا دیا۔ اِس کائنات کی ہر چیز کو آپؐ کا خادم بنا دیا۔

جہاں تک انسان کی طاقتوں کا تعلق ہے وہ بھی انسان کو اِسی لئے عطا کی گئی ہیں کہ ان کے ذریعہ آنحضرت صلّے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی غرض پوری ہو۔ ان قوتوں میں سے ایک قوت، قوّتِ حافظہ ہے جو انسان میں ودیعت کی گئی ہے۔ خود انسان کو اِس قوت سے فائدہ اُٹھانے کا بھی حکم دیا گیا ہے۔ بہت سے لوگ اس سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ وہ تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ مختلف مشاہدے کرتے ہیں۔ اور پھر قوّتِ حافظہ کے ذریعہ اپنے ذہن میں انہیں حاضر رکھتے ہیں۔ پس قوّتِ حافظہ کے دنیوی لحاظ سے بھی بہت سے فوائد ہیں۔ اور اخلاقی و رُوحانی لحاظ سے بھی بہت سے فوائد ہیں۔ لیکن

قوّتِ حافظہ کی اصل غرض

یا قوّتِ حافظہ کی پیدائش کا اصل مقصد یہ تھا کہ خدا تعالیٰ قرآنِ عظیم کو تحریفِ لفظی سے بچائے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے انسان کی قوّتِ حافظہ کو قرآن کریم کی حفاظتِ لفظی کے لئے خدمت پر لگا دیا۔

گذشتہ چودہ صدیوں میں لاکھوں حفّاظ پیدا ہوئے جنہوں نے قرآن کریم کو تحریفِ لفظی سے محفوظ رکھا۔ قرآن کریم کے الفاظ میں تحریف کرنے کی کسی کو جرأت نہ ہو سکی۔ ان لوگوں کو ایسا حافظہ دیا گیا کہ جس کی دُوسری قوموں میں مثال نہیں ملتی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اِس قسم کے حفّاظ پیدا ہوتے رہے اور اب بھی پیدا ہو رہے ہیں کہ اگر آپ قرآنِ کریم کا کوئی لفظ اُن کے سامنے رکھیں تو وہ اس لفظ یا آیت کا سیاق و سباق تک بتا دیتے ہیں۔ گویا کہ سارے کا سارا قرآنِ کریم ہر وقت اُن کی آنکھوں کے سامنے اور ذہن میں مستحضر رہتا ہے۔

پس اِس کثیر فوج کی موجودگی میں جو ہر صدی میں لاکھوں کی تعداد میں تھی کسی معاند اور مخالفِ اِسلام کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ قرآنِ کریم میں تحریفِ لفظی کر سکے۔ اور نہ ہی مُسلمانوں میں سے کسی غافل یا ناسمجھ آدمی کو یہ جرأت ہوئی کہ وہ قرآن کریم میں کوئی لفظی تحریف کر سکے۔ بعض ناسمجھ لوگوں نے بعض دُوسری قسم کی حرکتیں کیں جو ہماری مذہبی کتابوں میں اور اسلامی لٹریچر میں محفوظ ہیں۔

یہ آج کی باتیں نہیں بلکہ

صدیوں پُرانی باتیں

ہیں کہ بادشاہوں کو خوش کرنے کے لئے بعض لوگوں نے احادیث وضع کر لیں۔ جنہیں ہماری اصطلاح میں وضعی حدیثیں کہتے ہیں۔ لیکن قرآن کریم کے نزُول سے لے کر آج تک کسی شخص نے کامیابی کے ساتھ کوئی قرآنی آیت وضع نہیں کی۔ انسان کی بنائی ہوئی کوئی ایسی آیت نظر نہیں آتی۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتِ شان کے باوجود انسانی دماغ نے آپؐ کی طرف غلط روایتیں منسوب کرنے کی جرأت تو کر لی۔ لیکن حفّاظ کے ذریعہ قرآنِ کریم کی لفظی حفاظت کا یہ کمال تھا کہ اُمتِ محمدیّہ کے اندر اور باہر کوئی شخص قرآنِ کریم کی طرف غلط آیت منسُوب کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اگر دُشمنانِ اسلام نے کبھی کوئی جرأت کی بھی تو لاکھوں کی تعداد میں حفّاظ کی یہ فوج فوراً گرفت کرتی تھی کہ یہ تم کیا کر رہے ہو۔ بہرحال تحریفِ لفظی کی ایسی کامیاب جرأت کہ جسے دُنیا میں پھیلایا جاتا ہو نظر نہیں آتی۔

پس ایک تو

قرآنِ کریم کی لفظی حفاظت

کا سوال تھا جسے انسان کی قوّتِ حافظہ کے ذریعہ حل کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے لاکھوں حفاظ کے ذریعہ قرآنِ کریم کی لفظی حفاظت کے سامان پیدا کر دیئے۔ لیکن انسان کو صرف قوّتِ حافظہ ہی تو نہیں دی گئی۔ اُسے دُوسری قوّتیں بھی عطا کی گئی ہیں۔ جن میں سے ایک رُوحانی قوّت ہے۔ اور اس کے ذریعہ قرآنِ کریم کی تین اور قسم کی حفاظت بھی کی گئی ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے ہیں :۔

"دوسرے ایسے ائمہ اور اکابر کے ذریعہ سے جن کو ہر ایک صدی میں فہمِ قرآن عطا ہُوا ہے جنہوں نے قرآن شریف کے اجمالی مقامات کی احادیثِ نبویہّ کی مدد سے تفسیر کر کے خدا کے پاک کلام اور پاک تعلیم کو ہر ایک زمانہ میں تحریفِ معنوی سے محفوظ رکھا۔"

پس جہاں تک تحریفِ معنوی کا تعلق ہے قرآن کریم کو معنوی تحریف سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے مقرّبین کا ایک سلسلہ اُمتِ محمدیہّ میں جاری کیا۔ یہ مقرّبینِ الٰہی پہلی صدی سے لے کر آج تک ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں ہر صدی میں موجود رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ مسلمانوں پر فیجِ اعوج یعنی انتہائی تنزّل کا جو زمانہ آیا تھا اس میں بھی اللہ تعالیٰ کے مطہّر بندوں کی جماعت سمندر کی لہروں کی طرح موجیں مار رہی تھی۔ تاہم مسلمان کہلاتے والوں کی اکثریت اسلام سے دُور جا رہی تھی۔ اور قرآنِ کریم کو مہجور بنا چکی تھی۔

قرآنِ کریم کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ قرآنِ کریم ہے۔ اور کتابِ مکنون میں ہے۔ اور پھر اس حصّہ کے متعلق فرمایا :۔

لَا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۝

اس حصّہ تک صرف پاکیزہ لوگوں یا جماعتوں کی پہنچ ہوتی ہے۔ اور یہ واقعہ اور حقیقت کہ قرآنِ عظیم غیر متناہی بطون اور اسرار کا مالک ہے۔ دُنیا پر اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ قرآن کریم منجانب اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآنی ہدایت کے ذریعہ قیامت تک لوگوں کی ربوبیّت اور تربیت کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ قرآنی ہدایت اور اس کے انوار کو دُنیا میں پھیلانے کے لئے اُن پاک اور مطہّر بندوں کا گروہ ہمیں تین رُوحانی لشکروں میں تقسیم نظر آتا ہے۔ ایک وہ اکابر اور ائمۂ دین ہیں جنہوں نے قرآنِ کریم کی تفسیر کو تحریفِ معنوی سے بچایا۔ لیکن اسلام پر ایک تیسرا حملہ فلسفیوں (اہلِ عقل) کی طرف سے ہُوا۔ اسلام کی تعلیم کے خلاف عقلی دلائل پیش کر کے وہ دُنیا کو بہکانے کی کوشش کرتے رہے۔ اُنہوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ قرآنی تعلیم اور انسانی عقل میں نعوذ باللہ تضاد پایا جاتا ہے۔ حالانکہ انسانی عقل اللہ تعالےٰ کی مخلوق میں سے ایک خَلق ہے اور

قرآنِ کریم اللہ تعالےٰ کا کلام ہے

ایک کامل اور قیامت تک رہنے والا کلام ہے۔ اِس لئے عقل اور کلامِ الٰہی کے درمیان تضاد ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن لوگوں کی طرف سے ان دونوں کے اندر تضاد ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔ اور بڑی زبردست کوشش کی گئی۔ اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے فرمایا :۔

"تیسرے متکلّمین کے ذریعہ سے جنہوں نے قرآنی تعلیمات کو عقل کے ساتھ تطبیق دے کر خدا کی پاک کلام کو کوتہ اندیش فلسفیوں کے استخفاف سے بچایا ہے۔"

لوگوں نے اپنی کوتہ اندیشی کے نتیجہ میں فلسفہ، منطق اور دُوسرے عُلوم کی رُو سے جو نتائج نکالے اُن کی بناء پر

قرآنِ کریم کی تعلیمات

پر مختلف اعتراض کئے۔ مثلاً پادریوں نے ایک زمانہ میں یہ اعتراض کر دیا کہ قرآن کریم نے کہا ہے کہ شہد کی مکھی کے اندر سے ایک پینے والی چیز یعنی شہد نکلتا ہے۔ اور اس میں شفاء کی بہت سی خصوصیّات پائی جاتی ہیں۔ حالانکہ مکھی پھُولوں کے رس سے شہد بناتی ہے۔ اس کے اندر سے تو شہد نہیں نکلتا۔ یہ اعتراض دراصل غفلت اور عدمِ علم کا نتیجہ تھا۔ بعد میں جب مکھی اور اس کے شہد بنانے پر تفصیلی تحقیق ہوئی تو ہمیں

دُو چیزوں

کا پتہ لگا۔ ایک یہ کہ مکھی پھُولوں سے جو رس لاتی ہے وہ شہد کی شکل میں نہیں ہوتا۔ وہ تو ایک پانی کی شکل میں مائع سی چیز ہوتی ہے۔ شیرے کے قوام کی طرح اس کے اندر شہد کا قوام نہیں ہوتا۔ مکھی پھُولوں کا رس لاکر اس میں دُو چیزیں اپنی کوشش سے زائد کرتی ہے۔ اس کی ایک کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہ اس مائع کو گاڑھا قوام بنائے۔ چونکہ پھُولوں کے رس میں پانی کی فیصد زیادہ ہوتی ہے۔ اِس لئے رس کے ایک ایک ذرّہ کو خشک کرنے کے لئے اُسے کئی سَو میل حرکت کرنی پڑتی ہے۔ زبان کو اندر باہر لے جا کر اور بڑی محنت کرنی پڑتی ہے تب جا کر مائع قوام بنتا ہے۔ اور پھر یہیں پر بس نہیں ہوتی بلکہ اپنے جسم سے وہ مختلف غدود کے رَس سے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمتِ کاملہ سے مکھّی میں پیدا کر رکھا ہے اور جن میں شہد کے تقریباً نصف اَہم ضروری حصّے پائے جاتے ہیں وہ شہد میں شامل کرتی ہے۔ گویا شہد میں پچاس فیصد حصّہ مکھّی کے اپنے غدود کا رس ہوتا ہے۔ جو اللہ تعالےٰ کی حکمتِ کاملہ کے نتیجہ میں شہد میں شامل کر دیا جاتا ہے۔ بسا اوقات ہمارے ہاں دُودھ میں ۹۵ فیصد پانی ہوتا ہے۔ بایں ہمہ لوگ اسے دُودھ ہی کہتے ہیں۔ تو شہد میں جبکہ پچاس فیصد سے زیادہ شہد کی مکھّی کی اپنی محنت اور فطرت کا دخل ہوتا ہے، تو اس کے مکھّی کے پیٹ میں سے نِکلنے پر اعتراض بے معنی ہے۔ غرض اللہ تعالےٰ نے ایسے سامان پیدا کر دیئے اور ان سے اپنے بعض بندوں کو ڈنڈہ اُٹھانے کی توفیق عطا فرمائی اور خدا کے فعل نے معترضین کو ملزم قرار دیا۔ اور ہمیں

اللہ تعالےٰ نے یہ توفیق دی

کہ ہم اُن کا مذاق اُڑائیں۔ وہ قرآن کریم کو استخفاف کی نظر سے دیکھنا چاہتے تھے۔ مگر ہم نے دُنیا پر یہ ثابت کر دکھایا کہ استخفاف کی نظر سے اگر کسی چیز کو دیکھا جا سکتا ہے تو وہ وہ نتائج ہیں جو اہلِ یورپ کے علوم، ان کی سائنس اور ان کی تحقیقات نکال رہی ہیں۔ وہ آج ایک دوائی بناتے ہیں اور اس کی بڑی تعریف کرتے ہیں۔ اور دس سال کے بعد کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو ایک زہر تھا۔ ہم نے اِس دوائی کو بنا کر بڑی غلطی کی۔ اِسی طرح آج ایک طبّی مشورہ دیتے ہیں۔ اور اگلے چند سال کے بعد کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے غلط مشورہ دیا تھا۔ مثلاً ایک زمانے میں یورپ کے ایلوپیتھی کے اطبّاء نے کہہ دیا کہ مائیں اپنے بچّوں کو دُودھ نہ پلائیں۔ یہ اُن کے لئے نقصان دِہ ہے۔ مگر اسلام نے یہ کہا تھا :۔

حَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا (الاحقاف:۱۶)

یعنی ماں کے لئے ایک معیّن وقت تک بچّے کو دُودھ پلانا ضروری ہے۔ یہ ماں کی صحت کے لئے بھی مفید ہے۔ اور بچّے کی صحت کے لئے بھی ضروری ہے۔ (اس کی تفصیل میں مجھے جانے کی ضرورت نہیں ہے) لیکن اسلام کے معاندین نے اِسلام کی اس تعلیم پر یہ اعتراض کر دیا کہ دُودھ پلانے سے بچّے کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ بلکہ اُلٹا ماں کو نقصان پہنچتا ہے۔ اور اس کی صحت خراب ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ساری دُنیا میں اس بات کی تشہیر کی گئی کہ مائیں اپنے بچّوں کو اپنا دُودھ نہ پلایا کریں۔ آسٹر ملک اور گلیکسو وغیرہ کے دُودھ (جو بند ڈبّوں میں دستیاب ہوتے ہیں وُہ) پلایا کریں۔ جب پندرہ بیس سال گزُر گئے اور اُن کی ایک نسل صحت کے لحاظ سے تباہ ہو گئی تو پھر یہ اعلان کر دیا کہ ہم نے بڑی بے وقوفی کی تھی اور غلط مشورہ دیا تھا۔ بچّے کو دُودھ پلانے سے تو عورت کی صحت بنتی ہے، بگڑتی نہیں۔

پس قرآنِ کریم کی تعلیم دراصل عقل، مشاہدہ اور سائنس کے خلاف نہیں ہے۔ بلکہ سائنس اور عقل اور مشاہدہ

قرآنِ عظیم کی ارفع و عظیم تعلیم

کی عظمت اور رفعت کے حق میں دلائلِ واضحہ پیش کرتے ہیں۔ دنیوی علوم قرآن کریم کی تعلیم سے متضاد نہیں۔ بلکہ اس کے تابع ہیں۔ اس لئے دُنیا جب قرآنِ کریم پر اس قسم کے عقلی اعتراضات کرتی ہے تو اللہ تعالےٰ ایسے لوگوں کو پیدا کر دیتا ہے جو اِن اعتراضات کو ردّ کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ اپنے مطہّرین کے گروہ میں سے ایک ایسا لشکر بناتا ہے اور ان کو فہمِ قرآن عطا کرتا ہے۔ وہ غلط قسم کے عقلی اعتراضات کا جواب دیتے ہیں۔ اور قرآن کریم کی تعلیم پر حملہ کرنے والوں کو پسپا کرتے ہیں۔ اور اُن پر قرآنِ کریم کی برتری کو ثابت کرتے ہیں۔

پھر ایک اور قسم کی تحریفِ معنوی ہے جس کا ارتکاب نادانستہ طور پر خود مُسلمان ممالک میں کیا جا رہا ہے۔ اور ان کی شدّت بھی معاندین کے اعتراضات سے کم نہیں ہے۔ اور وہ یہ

دُکھ دِہ اور شرمناک پروپیگنڈہ

اور پرچار ہے کہ پانچ وقت کی نمازیں پڑھنا تو پُرانے زمانے کی باتیں ہیں۔ اور اسی طرح یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ شراب پینا تو اس لئے منع کیا گیا تھا کہ عرب کا گرم علاقہ تھا۔ اب ہم اُن سے زیادہ اچھے اور مہذّب انسان ہیں۔ ہمیں شراب نقصان نہیں پہنچائے گی۔

پس یہ اور اس قسم کے دُوسرے اعتراضات قرآن کریم میں تحریفِ معنوی کے مترادف ہیں۔ ان اعتراضات کو ردّ کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ اپنے مطہّر بندوں میں سے ایک گروہ کو کھڑا کرتا اور اسے فہمِ قرآن عطا کرتا ہے۔ اور وہ تحریفِ معنوی کا ازالہ کرتا ہے۔

تحریفِ معنوی کی چوتھی کوشش یہ کی گئی کہ قرآن کریم کے جن عظیم معجزات اور نشانوں کا ذکر ہے اور جو انسانی طاقت سے بالا اور خدا تعالیٰ کے

قادرانہ تصرّفات کی دلیل

ہیں اُن کا انکار کر دیا گیا اور بڑے اصرار کے ساتھ یہ کہہ دیا گیا کہ نعوذ باللہ وہ سب کے سب غلط ہیں۔ اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے ہیں:—

"چوتھے رُوحانی انعام پانے والوں کے ذریعہ سے جنہوں نے خدا کی پاک کلام کو ہر ایک زمانہ میں معجزات اور معارف کے منکروں کے حملہ سے بچایا ہے۔" (ایّام الصُّلح صفحہ ۵۵)

پس یہ چار قسم کے لشکر ہیں جن میں سے تین کا تعلق مطہّروں سے ہے جنہیں اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم کی حفاظتِ لفظی اور معنوی کے لئے اِس پیاری اُمّت میں ہر صدی میں کھڑا کرتا رہا ہے۔ ایک لشکر کو قوّتِ حافظہ کے اسلحہ سے مسلّح کیا اور انہوں نے قرآنِ کریم کو تحریفِ لفظی سے بچایا۔ اور دُوسرے ہر صدی میں مطہّرین کی ایک جماعت پیدا ہوتی رہی جن کے ذریعہ وقت کی ضرورت اور زمانے کے تقاضوں کے مطابق کبھی ایک قسم کی اور کبھی دوسری قسم کی اور کبھی تیسری قسم کی تحریفِ معنوی سے بچاتے کے سامان پیدا کئے گئے۔ لیکن اِس آخری زمانہ میں جبکہ اسلام پر کفر کا حملہ انتہائی شدّت اختیار کر گیا۔ اور مطہّرین کے گروہ کے سپرد قرآنِ کریم کی تین قسم کی مدافعت کرنے اور

اِسلامی تعلیمات کی برتری

ثابت کرنے کا جو انتظام کیا گیا تھا اس کی ضرورت بیک وقت پیش آگئی۔ گویا تینوں قسم کے حملے ایک ہی وقت میں اسلام پر مختلف اطراف سے ہونے لگے تو اس وقت اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے حسبِ بشارات اُمّتِ محمدیہ پر رحم کرتے ہوئے مہدیٔ معہود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو کھڑا کیا۔ اور وہ اُمّتِ محمدیہ کے مطہّرین کی فوج کا سالارِ لشکر بنا اور مطہّرین کی جماعتوں کو مختلف زمانوں میں مختلف شکلوں میں جو ہر سہ رُوحانی قوتیں ملتی چلی آرہی تھیں وہ سب کی سب اُسے عطا کی گئیں۔ چنانچہ اُس نے زندہ نشانوں کے ذریعہ زندہ خدا کا ثبوت دے کر یہ ثابت کیا کہ جن نشانات کا ذکر قرآنِ کریم میں ہے وہ محض قصّہ کہانیاں نہیں۔ اگر خدا اپنے قادرانہ تصرّف کے ذریعہ آنحضرت صلّے اللہ علیہ وسلّم کی صداقت کے ثبوت کی خاطر آج اَنہونی باتوں کو ہونی کر سکتا ہے تو حضرت محمّد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اپنے محبوبؐ کی صداقت میں معجزات اور نشان کیوں نہیں دِکھا سکتا تھا۔

غرض جب قُرآنِ کریم پر اس قسم کے اعتراضات کرکے اِس میں تحریفِ معنوی کرنے کی کوشش کی جارہی تھی تو خدا تعالیٰ کا جرنیل اور حضرت مُحمّد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا

محبُوب رُوحانی فرزند

کھڑا ہوا۔ اور اس نے اسلام کی مدافعت کی۔ اور اس کی برتری ثابت کی۔ فلسفیوں کا جو گروہ کھڑا ہوا تھا اور کہتا تھا کہ قرآنِ کریم کی بعض باتیں عقل کے خلاف ہیں، اُن کو یہ کہا کہ "عقل خود اندھی ہے گر نیّرِ الہام نہ ہو" یہ محض تھیوری نہیں ہے، یہ کوئی فلسفہ نہیں ہے۔ بلکہ ایک حقیقت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے وصال کے بعد آپ کی جماعت میں آج بھی خلفاء اور ائمہ اور اکابرین کا سلسلہ جاری ہے۔ ہم

قرآنِ کریم کی صداقت

میں جو بات کرتے ہیں ہم اس کے ذمّہ دار ہیں۔ دُنیا کا کوئی فلسفی ہمارے سامنے آکر بتائے کہ قرآنِ کریم کی فلاں آیت یا اس کی فلاں تعلیم خلافِ عقل ہے۔ ہم ثابت کریں گے کہ وہ خلافِ عقل نہیں ہے۔ بلکہ اُس کی اپنی عقل اندھی ہے جو حقیقت کو نہیں پارہی۔ اِسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السّلام پر

خدائی نشانوں کا ایک سلسلہ

جاری ہوگیا۔ اور آپ نے فرمایا کہ یہ نشان ثابت کرتے ہیں کہ حضرت نبی اکرم صلّے اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ میں جو نشانات ظاہر ہوئے اور جن کو قرآنِ کریم نے محفوظ رکھا، یا جن کی تفصیل احادیث سے ملتی ہے وہ بھی محض قصّے کہانیاں یا مبالغہ آمیز باتیں نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ ہی نے ان کو انسان کی بھلائی کے لئے نازل کیا تھا۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کو آنحضرت صلّے اللہ علیہ وسلّم کی قوّتِ قدسیہ کے نتیجہ میں تفسیر سکھائی گئی۔ تفسیر کرنے کے اصُول بتائے گئے۔ پھر ان اصولوں کو سامنے رکھ کر اس جماعت کے بیسیوں ہی نہیں سینکڑوں اور ہزاروں لوگوں کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے یہ توفیق عطا کی گئی کہ وہ قرآن کریم کی صحیح تفسیر کر سکیں۔ اور جہاں غلط تفسیر ہورہی ہو وہاں اس کی نشاندہی کر کے اصلاح کر دیں۔ لیکن آج دُنیا کی یہ بدقسمتی ہے کہ وہ رُوحانی جرنیل جس کے سپرد یہ کام کیا گیا تھا اور جس کو ہر سہ قسم کے ہتھیار دیئے گئے تھے قرآنِ کریم کو تحریفِ معنوی سے بچانے کے لئے، اُس پر بعض لوگوں کی طرف سے تحریفِ قرآن کا الزام لگا دیا گیا، اور یہ نہیں سوچا کہ اِس طرح وہ اللہ تعالےٰ کی کس عظیم نعمت کا انکار کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی اس نعمت سے فائدہ اُٹھانے کی توفیق عطا فرمائے ؛

(الفضل ۵ر فروری ۱۹۷۴ء)

درخواستِ دعا: میرا بیٹا عزیز عبدالرشید بدر جس نے امسال ایم بی بی ایس فائنل کا امتحان دینا تھا ایک پریشان کن بیماری میں مبتلا ہونے کے سبب ہسپتال میں داخل ہے۔ اور زیرِ علاج ہے۔ حضور اقدس ایدہ اللہ اور احبابِ کرام کی دُعاؤں کی برکت سے عزیز کو پہلے سے افاقہ ہے۔ احباب سے عاجزانہ درخواست ہے کہ اپنی دُعائیں جاری رکھیں اللہ تعالیٰ عزیز کو ذہنی اور قلبی سکون دے، بیماری سے کامل شفاء بخشے اور میری جملہ پریشانیاں بھی اسی کے فضل سے دُور ہوجائیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء ؛ (خاکسار:- محمد حفیظ بقاپوری ایڈیٹر بدر)

اَخلاقِ فاضلہ ایک انمول دَولت ہیں

از مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی فاضل انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی

انسان اپنے اعلیٰ درجہ کے قویٰ اور فطری صلاحیتوں۔ عقل وسمجھ۔ فہم و فراست کی وجہ سے دوسرے حیوانات سے ممتاز اور اشرف المخلوقات کہلاتا ہے۔ اور اگر وہ اخلاقِ فاضلہ سے متصف اور ایک اچھے کردار کا حامل ومالک ہے تو وہ صحیح معنوں میں "انسان" کہلانے کا مستحق ہے۔ کیونکہ "زندگی" کی خلقی قوتیں اور دیگر خواہشاتِ نفسانی تو دیگر حیوانات میں بھی پائی جاتی ہیں۔ تخلیقِ خداوندی کے شاہکار "انسان" کے حُسن کو اخلاقِ فاضلہ ہی نکھارتے اور اس کی خوبصورتی کو دو بالا کرتے ہیں۔

اخلاق کیا ہیں؟

انسان کے اندر جو قوتیں اور صلاحیتیں خُدا تعالیٰ نے ودیعت کی ہیں اگر وہ اپنی عقل وسمجھ سے کام لے کر ان طبعی قوتوں کو برمحل اور بر موقعہ استعمال کرتا ہے تو یہ قوتیں "اخلاق" کہلاتی ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس بارہ میں فرماتے ہیں:-

"غرض جس قدر انسان کے دِل میں قوتیں پائی جاتی ہیں۔ جیسا کہ ادب۔ حیا۔ دیانت۔ مروّت۔ عزّت۔ استغناء۔ عفّت۔ زہادت۔ اعتدال۔ مُواسات یعنی ہمدردی۔ ایسا ہی شجاعت۔ سخاوت۔ عفو۔ صبر۔ احسان۔ صدق۔ وفا وغیرہ ہیں۔ یہ تمام طبعی حالتیں عقل وتدبیر کے مشورہ سے اپنے اپنے محل اور موقعہ پر ظاہر کی جاویں تو ان سب کا نام اخلاق ہوگا۔ اور تمام اخلاق درحقیقت انسان کی طبعی حالتیں اور طبعی جذبات ہیں۔ اور صرف اُس وقت اخلاق کے نام سے موسوم ہوتے ہیں کہ جب محل اور موقعہ کے لحاظ سے بالارادہ اُن کا استعمال کیا جاوے۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۲۴)

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم اخلاقِ فاضلہ کا مجسّمہ تھے

جب ہم متذکرہ بالا نقطۂ نگاہ سے "انسانِ کامل" حضرت سیّد المرسلین وخاتم النبیین صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سیرت وسوانح کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں آنحضرت صلعم کی سیرتِ طیبہ "اخلاقِ فاضلہ" کا ایک پیکر نظر آتی ہے۔ آپؐ زندگی کے ہر دَور میں سے گذرے اور ہر مقام ومرحلہ پر اخلاقِ فاضلہ کے بہترین نقوش ثبت فرمائے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بھی آپؐ کے اس اخلاقی بلند مقام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:-

"وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ"

(القلم ع ۱)

کہ اے ہمارے حبیبؐ تُو (یعنی تیری تعلیم اور تیرا عمل) نہایت اعلیٰ درجہ کے اخلاق پر قائم ہے۔

ایک مرتبہ حضرت اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضؓ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے "اخلاقِ فاضلہ" کے بارہ میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے نہایت ہی مختصر مگر جامع ومانع اور حقائق ودقائق پر مشتمل جواب دیا:-

"كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰن"

کہ آپؐ کے اخلاق واعمال قرآنِ مجید کی عملی تصویر تھے۔ یعنی قرآنِ مجید میں جن اخلاقی ورُوحانی تعلیمات کو اپنانے کی تلقین فرمائی گئی ہے، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم اِن بلند اخلاقی وروحانی اقدار کے اوّلین عامل وحامل تھے۔ اِسی لئے اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے وجودِ باجود کو باقی تمام دُنیا کے لئے "اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" بہترین کامل نمونہ قرار دیا اور رُوحانیت میں ترقی اور قربِ الٰہی کے حصول کے لئے آپؐ کی اتباع وفرمانبرداری لازم قرار دی۔ وللہ درّ القائل ؎

حسینانِ عالم ہوئے شرمگیں
جو دیکھا وہ حُسن اور وہ نورِ جبیں
پھر اس پر وہ اخلاق اکمل تریں
کہ دشمن بھی کہنے لگے آفریں
زہے خُلقِ کامل زہے حُسنِ تام
عَلَيْكَ الصَّلٰوةُ عَلَيْكَ السَّلَام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سیرت اور اخلاقِ فاضلہ کے اندر ہی وہ کشش وجاذبیت تھی جس نے نہ صرف مخالفینِ اسلام کے دِل ودماغ کو بدل دیا بلکہ اُن کے اندر وہ روحانی واخلاقی انقلاب پیدا کر دیا کہ ان کی مثال شمع پر فدا ہونے والے پروانوں کی طرح ہو گئی۔ جنہوں نے اپنی جان ومال اور عزت اور اپنے عزیز واقارب کو اسلام اور بانیٔ اسلام صلعم پر خدا تعالےٰ کی رضا کے لئے قربان کر دیا۔ اور اپنے عشق وفدائیت کا وہ شاندار مظاہرہ کیا کہ عرشِ الٰہی سے ان کے لئے "رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ" کا خطاب نازل ہوا۔ اور اب وہ رہتی دُنیا تک "اصحابی کالنّجوم" ارشادِ نبوی صلعم کے مطابق رُوحانیت کے آسمان میں روشن ستاروں کی طرح چمکتے رہیں گے۔ صحابہ کرام رضؓ نے اپنے نفسوں میں جو حیرت انگیز اخلاقی تبدیلی پیدا کی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم۔ روحانی قوّت اور صحبت کا اثر تھا۔ یہ حیرت انگیز روحانی واخلاقی انقلاب آنحضرت صلعم کی صداقت اور آپؐ کے منجانب اللہ ہونے کی زبردست دلیل تھا اور ہے۔

اخلاقِ فاضلہ کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات

آنحضرت صلعم اگر ایک طرف خود اخلاقِ فاضلہ سے متصف تھے تو دُوسری طرف دوسروں کو بھی اخلاقِ فاضلہ کے اختیار کرنے کی نصیحت فرماتے تھے۔ تاکہ آپؐ کے ذریعہ بہترین اخلاقی ورُوحانی معاشرہ قائم ہو۔ چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضؓ فرماتے ہیں

"رأيتُهُ يأمر بمكارم الاخلاق"

(بخاری جلد ۴ صفحہ ۳۹)

کہ مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ اچھے اخلاق اختیار کرنے کی تعلیم دیتے ہوئے پایا۔

اور حضورؐ اپنے صحابہ رضؓ کو بار بار تاکید فرماتے:-

(الف) انّ خياركم احاسنكم اخلاقًا

(بخاری جلد ۴ صفحہ ۳۱)

(ب) مامن شيئٌ في الميزان اثقل من حُسنِ الْخُلُقِ۔ (ترمذی)

(ج) البرّ حسن الخلق (مشکوٰۃ)

یاد رکھو! تم میں سے اچھا آدمی وہ ہے جو اخلاق میں اچھا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے تول میں کوئی چیز اچھے اخلاق سے زیادہ وزن نہیں رکھتی۔ اچھے اخلاق اپنانا اور اُن کا دوسروں کے سامنے اظہار کرنا ہی تو اصل نیکی ہے۔

اِن ارشاداتِ نبویہ سے معلوم ہوا کہ اعلیٰ اخلاق ایک انمول دولت ہیں۔ اور دین کا اہم جزو وحصّہ ہیں۔ بلکہ روحانیت بھی درحقیقت اخلاق ہی کا ایک ترقی یافتہ مقام ہے۔ آنحضرت صلعم نے یہاں تک فرمایا ہے کہ جس شخص کی بد اخلاقی کی وجہ سے لوگ اُس سے دُور بھاگیں وہ خدا کی نظر میں ایک ناپسندیدہ شخص ہوتا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اپنے ملنے والوں کو مُسکراتے ہوئے چہرہ سے ملنا بھی خدا کے نزدیک ثواب کا موجب ہے۔ معاشرہ میں حُسنِ سلوک اور احسان روا رکھنا معاملات میں راستبازی ودیانت اختیار کرنا۔ حاجت مندوں کی حاجت روائی کرنا۔ بیواؤں کی دستگیری کرنا۔ یتیموں اور بیکسوں کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھنا۔ اپنے ہوں یا پرائے سب سے عدل وانصاف کا سلوک کرنا۔ سچائی۔ امانت۔ تقویٰ وطہارت کو اپنا شعار بنانا۔ یہ سب اخلاقِ فاضلہ ہی تو ہیں۔ جن کو اپنے اندر پیدا کرنے کی تحریک تعلیمِ اسلام ہم کو دیتا ہے۔ اور ان سب اُمور میں ہمارے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باجود اُسوۂ حسنہ اور مشعلِ راہ ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی اپنی جماعت کو اخلاقی تعلیم

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام جو اس زمانہ میں احیائے دین۔ قیامِ شریعت اور اخلاقِ فاضلہ کے پیدا کرنے کے لئے مبعوث ہوئے۔ آپؑ نے اپنی جماعت کے افراد میں تحریر وتقریر اور دُعاؤں کے ذریعہ ایک نیک اور پاکیزہ تبدیلی پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ حضور علیہ السّلام کی مساعیٔ جمیلہ کے نتیجہ میں جماعتِ احمدیہ میں پھر رُوحانی واخلاقی اقدار قائم ہوئیں۔ اور ایک بہترین اسلامی معاشرہ کا قیام عمل میں آیا۔ مَیں اس موقعہ پر حضورؑ کی تعلیمات کا صرف ایک حصّہ بطور یاد دہانی درج ذیل کرتا ہوں۔ تاکہ ہم میں سے ہر شخص اسے ملحوظِ خاطر رکھے۔ اور اس کے مطابق اپنی زندگی اور عمل کو بنائے۔ حضورؑ اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"مخلوق کی بھلائی کے لئے کوشش کرتے رہو اور کسی پر تکبّر نہ کرو۔ گو اپنا ماتحت ہو۔ اور کسی کو گالی مت دو۔ گو وہ گالی دیتا ہو۔ غریب اور حلیم اور نیک نیّت اور مخلوق کے ہمدرد بن جاؤ تا قبول کئے جاؤ۔ بہت ہیں جو حِلم ظاہر کرتے ہیں مگر وہ اندر سے بھیڑئیے ہیں۔ بہت ہیں جو اُوپر سے صاف ہیں۔ مگر اندر سے سانپ ہیں۔ سو تم اُس کی جناب میں قبول نہیں ہو سکتے جب تک ظاہر وباطن ایک نہ ہو۔ بڑے ہو کر چھوٹوں پر رحم کرو۔ نہ اُن کی تحقیر۔ اور عالم ہو کر نادانوں کو نصیحت کرو۔ نہ خود نمائی سے اُن کی تذلیل۔ اور امیر ہو کر غریبوں کی خدمت کرو۔ نہ خود پسندی سے اُن پر تکبّر۔ ہلاکت کی راہوں سے ڈرو۔ خدا سے ڈرتے رہو۔ اور تقویٰ اختیار کرو۔ اور مخلوق کی پرستش نہ کرو۔ اور اپنے مولیٰ کی طرف منقطع ہو جاؤ۔ اور دُنیا سے دِل برداشتہ رہو۔ اور اسی کے ہو جاؤ۔ اور اسی کے لئے زندگی بسر کرو۔ اور اس کے لئے ہر ایک ناپاکی اور گناہ سے نفرت کرو۔ کیونکہ وہ پاک ہے۔ چاہیئے کہ ہر ایک صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی۔ اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے

(آگے دیکھئے صفحہ ۲۱ پر)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ کا دورۂ امریکہ و یورپ

مَیں نے کیا دیکھا؟

از محترم جناب مولوی مسعود احمد خان صاحب دہلوی۔ ایڈیٹر الفضل

اِس عاجز کو اللہ تعالیٰ نے اپنے عظیم الشان فضل و احسان سے نوازا۔ جس کے نتیجہ میں مجھے امسال سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے حالیہ تبلیغی و تربیتی دورۂ امریکہ و یورپ کے سلسلہ میں حضور کے ہمراہ وہاں جانے کا موقع ملا۔ اور اس طرح مختلف ملکوں کی جماعت ہائے احمدیہ کے احباب سے ملنے اور ان کے ذوق و شوق اور ولولۂ عشق نیز صدق وصفا اور اخلاص و وفا کی وجد آفریں کیفیات کو بچشم خود دیکھنے کی غیر معمولی سعادت نصیب ہوئی۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ !!

اکثر احباب مجھ سے یہ پُوچھتے ہیں کہ مَیں نے وہاں کیا دیکھا؟ اس سوال کا جواب دینے سے پہلے سیدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک معرکۃ الآراء کتاب کا ایک رُوح پرور اقتباس ہدیۂ قارئین کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ جو کچھ مَیں نے دیکھا وہ حضور علیہ السلام کے اس ارشاد کی عملی تعبیر کی حیثیت رکھتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت اپنے مسیح موعود ہونے کا اعلان کرنے کے ساتھ ہی پیشگوئی کے رنگ میں یہ بھی فرمایا کہ:۔

"چونکہ یہ عاجز راستی اور سچائی کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے اِس لئے تم صداقت کے نشان ہر ایک طرف سے پاؤ گے وہ وقت دُور نہیں بلکہ بہت قریب ہے کہ جب تم فرشتوں کی فوجیں آسمان سے اُترتی اور ایشیا اور یورپ اور امریکہ کے دلوں پر نازل ہوتی دیکھو گے۔ یہ تم قرآن شریف سے معلوم کر چکے ہو کہ خلیفۃ اللہ کے نزول کے ساتھ فرشتوں کا نازل ہونا ضروری ہے تاکہ دلوں کو حق کی طرف پھیریں۔ سو تم اِس نشان کے منتظر رہو۔ اگر فرشتوں کا نزول نہ ہوا اور اُن کے اترنے کی نمایاں تاثیریں تم نے دُنیا میں نہ دیکھیں اور حق کی طرف سے دلوں کی جُنبش کو معمول سے زیادہ نہ پایا تو تم یہ سمجھنا کہ آسمان سے کوئی نازل نہیں ہوا۔ لیکن اگر یہ سب باتیں ظہور میں آگئیں تو تم انکار سے باز آؤ۔ تا تم خدا تعالیٰ کے نزدیک ایک سرکش قوم نہ ٹھہرو۔"

(فتحِ اسلام۔ حاشیہ ص۲۱ و ص۲۲)

حضور علیہ السلام کی اِس مہتم بالشان پیشگوئی کے بموجب مَیں نے وہاں وہ دِل دیکھے جن پر اس زمانہ میں فرشتوں کا نزول ہُوا ہے اور مَیں نے ان دلوں پر نزولِ ملائکہ کی نمایاں تاثیریں بچشم خود مشاہدہ کیں۔ ان خوش نصیبوں میں جن کے دِلوں پر اس زمانہ میں فرشتوں کا نزول ہُوا اور ہو رہا ہے۔ امریکہ کے کالے بھی ہیں اور گورے بھی، یورپ کے جرمن بھی ہیں اور انگریز بھی، سوئس بھی ہیں اور ولندیزی بھی، یوگوسلاوین بھی ہیں اور البانین بھی۔ نیز سکنڈے نیویا کے ڈینیز بھی ہیں اور نارویجئن اور سویڈز بھی۔ حتیٰ کہ کرۂ ارض کے شمال میں واقع آئس لینڈ کے برفانی علاقوں کے رہنے والے بھی۔

بالخصوص ڈیٹن میں مَیں نے وہ ہستیاں بھی دیکھیں جن کے وجودوں میں اسلام کی پوری تصویر نظر آتی ہے۔ اور جن کی پیشانیوں میں اثرِ سجود کی جلوہ گری آنکھوں کو خیرہ کرتی ہے۔ حتیٰ کہ اس قلب ماہیت اور انقلابِ عظیم کو دیکھ کر دِل رُوحانی کیف وسرور سے بھر جاتا ہے مجھے وہاں کوئی احمدی ایسا نظر نہیں آیا جس کا چہرہ خوبصورت ڈاڑھی سے مزیّن نہ ہو۔ کوئی ایک نہیں جو ننگے سر نظر آیا ہو۔ کوئی ایک نہیں جو سگریٹ پیتا اور فضا میں دُھوئیں کے مرغولے چھوڑتا ہُوا دکھائی دیا ہو۔ کوئی ایک احمدی خاتون نہیں جو پردہ کی پابند نہ ہو۔ الغرض سب کو ہی اسلامی شعار اور صوم وصلوٰۃ کا پابند پایا۔ اور بعض تو اُن میں ایسے بھی تھے جو راتوں کو اللہ تعالیٰ کی جناب میں روتے اور گڑگڑاتے ہیں۔ حتیٰ کہ اُن کی سجدہ گاہیں تر ہو جاتی ہیں۔ اِس انقلابِ عظیم کی اہمیت اور عظمت کا اندازہ یہاں بیٹھ کر اور دوسروں سے سُن کر لگانا ممکن نہیں ہے۔ وہاں جاکر اور ہر طرف کُفر وعصیان اور اباحت کی فراوانی اور گرم بازاری دیکھ کر جب اچانک ان فرشتہ صورت اور فرشتہ سیرت ہستیوں پر نظر پڑتی ہے اور بعض سنگریزے ہیروں کی طرح چمکتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اور خاک کے پُتلے عالمِ بالا کی مخلوق کے رُوپ میں ہر طرف نور برساتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ تو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوتِ احیاء کے اِس معجزے پر دِل عش عش کر اُٹھتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے فرزندِ جلیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بے اختیار دُرود بھیجنے لگ جاتا ہے۔ اور گواہی دے اُٹھتا ہے کہ نزولِ ملائکہ کے بغیر ایسا محیر العقول انقلاب رُونما ہو ہی نہیں سکتا۔ چنانچہ وہاں کے گندے ماحول میں ایسی پاک ہستیوں کے طفیل ایک صاحبِ ایمان نووارد فرشتوں کی فوجیں آسمان سے اُترتی اور یورپ اور امریکہ کے دلوں پر نازل ہوتی دیکھ لیتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے حضور سجداتِ شکر بجا لاتا ہے۔ کہ اس نے اپنے مسیح پاک علیہ السلام کے ذریعہ جو بشارت دی تھی وہ آج بڑی شان اور آب و تاب سے پُوری ہو رہی ہے۔ شمعِ احمدیت کے ان پروانوں کے اخلاص و وفا اور جذبۂ خدمت و فدائیت کی دو مثالیں یہاں بیان کرتا ہوں۔

یہ تو احباب کو الفضل میں شائع ہونے والی رپورٹوں سے معلوم ہو چکا ہے کہ ڈیٹن میں حضور ایدہ اللہ کا قیام بلٹمور ٹاور ہوٹل میں تھا۔ وہاں سے مسجد احمدیہ چار میل دور واقع ہے۔ حضور ایدہ اللہ ہوٹل سے روزانہ مسجد تشریف لے جاتے رہے۔ پہلے دو روز حضور برادر رفیق احمد صاحب سیکرٹری مال جماعت احمدیہ ڈیٹن کی نئی مرسیڈیز کار میں تشریف لے جاتے اور وہاں سے واپس تشریف لاتے رہے۔ کار وہ خود ہی ڈرائیو کرتے تھے اور بے انتہا خوش تھے کہ انہیں حضور ایدہ اللہ کی کار ڈرائیو کرنے کا خصوصی شرف حاصل ہے۔ آخر تیسرے روز ایک اور ہمارے امریکن بھائی امین اللہ صاحب کے اصرار پر اُنہیں یہ موقع دیا گیا کہ وہ حضور کو اپنی کیڈلک کار میں مسجد لے جائیں۔ اس پر مکرم برادر امین اللہ صاحب کی خوشی کا تو کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ لیکن برادر رفیق احمد صاحب ازحد مغموم تھے کہ میں اِس سعادت سے محروم رہا جا رہا ہوں۔ تاہم انہوں نے اصرار کیا کہ قافلہ کے دوسرے ارکان ان کی کار میں سوار ہوں۔ اور اُن کی کار حضور کی کار کے پیچھے پیچھے ایک ساتھ مسجد پہنچے۔ چنانچہ اس روز ایسا ہی ہوُا۔ لیکن خدا کا کرنا کیا ہُوا کہ جب دونوں کاریں ایک ساتھ ہوٹل سے مسجد کی طرف روانہ ہوئیں تو قریبی چوراہے پر پہنچتے ہی حضور ایدہ اللہ کی کار تو چوراہے سے گزر گئی۔ اور برادر رفیق احمد صاحب کی کار ایک دم سُرخ بتی روشن ہو جانے کی وجہ سے چوراہے سے نہ گزر سکی۔ اور اسے رُکنا پڑ گیا۔ اِس اثناء میں برادر امین اللہ صاحب اپنی کار کو تیزی سے دوڑاتے ہوئے ایک ایسے راستہ کی طرف مُڑ گئے۔ جس کا مکرم رفیق احمد صاحب کو علم نہ تھا۔ اِس طرح برادر رفیق قافلہ سے بچھڑ گئے۔ اور حضور کی کار کے ساتھ مسجد نہ پہنچ سکے۔ اس کا انہیں اس قدر قلق تھا کہ گویا انہیں ایک ایسے نقصانِ عظیم سے دوچار ہونا پڑا ہے کہ جس کی تلافی ممکن ہی نہیں ہے۔ اُن کا یہ حال تھا کہ اپنی کوتاہ بختی پر رہ رہ کر کفِ افسوس مل رہے تھے۔ ایک ہاتھ سے موٹر کا سٹیرنگ پکڑا ہُوا تھا اور دُوسرا ہاتھ اپنے ماتھے پر مار مار کر یہ کہتے جاتے تھے کہ:۔

"اے میرے خدا! میرے ساتھ یہ کیا ہُوا؟"

جب مَیں نے اُن سے کہا کہ جو ہونا تھا ہو گیا اب ذرا سنبھل کر موٹر چلائیں۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی حادثہ پیش آجائے۔ تو اُن سے رہا نہ گیا۔ اور انہوں نے چلتی موٹر کا سٹیرنگ چھوڑ کر دونوں ہاتھوں سے اپنا ماتھا پیٹنا شروع کر دیا۔ وہ کہہ رہے تھے۔ مَیں تمہیں کیا بتاؤں کہ حضور کی کار سے بچھڑ کر مَیں بہت بڑے اعزاز سے محروم ہو گیا ہوں۔ اور میرا اِس طرح بچھڑ جانا نیک فال نہیں ہے۔ اگر وہ جلد ہی دونوں ہاتھوں سے سٹیرنگ کو پکڑ کر موٹر کو نہ سنبھالتے تو کوئی عجب نہ تھا کہ ایکسیڈنٹ ہو جاتا (اعاذنا اللہ منہا) ہر بھائی کی یہی خواہش تھی کہ حضور اس کی کار میں تشریف فرما ہو کر اسے برکت بخشیں۔ اور اس طرح حضور کی کار ڈرائیو کرنے کا خصوصی شرف اس کے حصہ میں آئے۔ یہ ایک ایسا اعزاز تھا جس کے حصول کا ہر ایک متمنی تھا۔ اور اس کے لئے بے چین نظر آتا تھا۔ اور جب ایک بھائی کو یہ اعزاز مسلسل دو روز حاصل ہونے کے بعد تیسرے روز نہ مل سکا تو وہ مارے غم کے گھُلا جا رہا تھا۔ خلیفۂ وقت کے ساتھ محبت اور شیفتگی کا یہ عالم دلوں پر فوجِ ملائکہ کے نزول اور ان کی نمایاں تاثیروں کا ایک درخشندہ و تابندہ ثبوت نہیں تو اَور کیا ہے۔

ڈیٹن ہی کے ایک اَور دوست جن کا نام برادر بشیر احمد ہے۔ بلٹمور ٹاور ہوٹل کی گیلری میں اکثر ٹہلتے ہوئے نظر آتے۔ انہوں نے ایک بڑا سا لفافہ ہاتھوں میں پکڑا ہُوا ہوتا۔ اور اسے سینے سے چمٹایا ہُوا ہوتا۔ مَیں حیران ہوتا کہ نہ معلوم اس لفافہ میں کیا ہے جو اسے یہ سینہ سے لگائے ہر وقت یہاں گھومتے رہتے ہیں۔ آخر ایک دن مجھ سے نہ رہا گیا۔ اور مَیں نے ان سے پُوچھ ہی لیا کہ یہ کیا چیز ہے جسے آپ ہر وقت سینہ

سے چمٹائے ساتھ لئے پھرتے ہیں۔ فرمانے لگے۔ لفافہ میں بہت قیمتی شے ہے جو مجھے جان و دل سے عزیز ہے۔ مجھے وہ شے دیکھنے کا اشتیاق پیدا ہوا۔ مجھے مشتاق دیکھ کر انہوں نے لفافہ میں سے وہ شے نکالی۔ میں اسے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ وہ قیمتی اور جان و دل سے عزیز شے کیا تھی؟ وہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنے قدسی صفات صحابہؓ کے ساتھ ایک گروپ فوٹو تھا۔ میں نے اُن سے کہا آپ اسے حفاظت سے گھر میں کیوں نہیں رکھتے اور ساتھ کیوں لئے پھرتے ہیں؟ فرمایا "میں روزانہ اس گروپ فوٹو کو اِس لئے ہمراہ لاتا ہوں کہ آپ لوگوں (اہل قافلہ) میں سے کسی سے صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام دریافت کروں۔ اور پھر انہیں اس فوٹو کے نیچے لکھ لوں۔ یہ وہ مقدس ہستیاں ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ پایا۔ حضور پر ایمان لائے اور غلبۂ اسلام کے مقدس کام میں آپ کے مددگار بنے آپ لوگوں کو مصروف دیکھ کر کسی سے نام دریافت کرنے کی جرأت نہیں ہوتی"۔ بعض صحابہؓ کے نام میں نے انہیں اسی وقت بتا دیئے۔ وہ کہنے لگے مجھے تو اس گروپ فوٹو میں موجود تمام صحابہ کے نام چاہئیں۔ میں اس فوٹو اور صحابہؓ کے ناموں کو ایک مقدس یادگار کے طور پر اپنے پاس محفوظ رکھنا چاہتا ہوں۔ ان میں سے ہر ایک مقدس وجود ہے۔ اور ان کی یاد کا آئندہ نسلوں میں محفوظ رہنا ضروری ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں ربوہ جاکر ان تمام صحابہ کے نام معلوم کرکے آپ کو بذریعہ خط مطلع کر دوں گا۔ اُنہوں نے فرمایا مجھے کیسے معلوم ہوگا کہ فوٹو میں نظر آنے والے صحابہؓ میں سے کس کا کیا نام ہے؟ پھر سوچ کر فرمایا کہ میرے ذہن میں ایک تدبیر آئی ہے وہ میں آپ کو کل بتاؤں گا۔!

اگلے روز ہم نے ڈیٹن سے نیویارک روانہ ہونا تھا۔ فضائی مستقر پر وہ تشریف لائے اور انہوں نے مجھے اس گروپ فوٹو کی ایک اور کاپی دی اور فرمایا' آپ اس فوٹو کے نیچے جملہ صحابہ کے ترتیب وار نام لکھ دیں۔ اور پھر مجھے یہ واپس ارسال کر دیں۔! اس طرح میرے پاس صحابہ کے فوٹو ہی نہیں بلکہ ان کے نام بھی محفوظ ہو جائیں گے۔ اور میری خواہش پوری ہو جائے گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہی نہیں بلکہ آپؑ کے طفیل آپ کے صحابہؓ کے ساتھ امریکی قوم کے ایک فرد کے دل میں محبت و احترام کے اس جذبہ کو دیکھ کر مجھ پر عجیب وارفتگی کا عالم طاری ہوا۔ اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ اب کون کہہ سکتا ہے کہ ایشیا اور یورپ اور امریکہ کے دلوں پر ملائکہ کا نزول نہیں ہو رہا۔ اور اُن کی نمایاں تاثیریں ظہور میں نہیں آرہیں۔ یہ ملائکہ کا ہی کام ہے کہ وہ مشرق اور مغرب اور شمال اور جنوب میں بسنے والے سعید الفطرت انسانوں کے دلوں پر نازل ہو ہو کر ان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے صحابہؓ کی اُلفت بھر رہے ہیں۔ ساتھ ہی مجھے سیرالیون (مغربی افریقہ) کے جناب ابوبکر بگبے کمارا یاد آگئے۔ جب ۱۹۶۲ء میں وہ ربوہ آئے تھے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہی آپؑ کے صحابہؓ کے بارے میں محبت و اُلفت اور احترام کا یہی جذبہ میں نے اُن کے اندر بھی موجزن پایا تھا۔ اس ایمان افروز اور رُوح پرور واقعہ کی یاد تازہ کئے بغیر میں آگے نہیں بڑھ سکتا۔

جناب ابوبکر بگبے کمارا ۱۹۶۲ء میں سیرالیون کے سابق فوجیوں کی انجمن کے جنرل سیکرٹری اور سیرالیون مسلم کانگریس کی مجلسِ عاملہ کے رُکن تھے۔ علاوہ ازیں وہاں کے ضلع کبالا کی ڈسٹرکٹ کونسل کی رُکنیت بھی آپ کو حاصل تھی۔ الغرض آپ وہاں کے مذہبی اور سماجی حلقوں میں بے حد مقبول اور بہت اثر و رسُوخ کے مالک تھے۔ آپ سابق فوجیوں کے سربراہوں کی عالمی کانفرنس میں اپنے مُلک کی نمائندگی کرنے کی غرض سے سیرالیون سے بنکاک تشریف لے گئے تھے۔ وہاں سے واپسی پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ عشق و محبّت کا جذبہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ سے ملاقات اور مرکزِ سلسلہ کی زیارت کا اشتیاق آپ کو بے اختیار ربوہ کھینچ لایا۔ ۳۰ مارچ ۱۹۶۲ء کو آپ نے مسجد مبارک ربوہ میں نمازِ جمعہ ادا کی۔ بعد ازاں آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہؓ سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ اس وقت محترم میاں نواب دین عرف بابا کالو ماشکی جن کی عُمر اس وقت ۹۰ سال تھی وہاں موجود تھے۔ پیرانہ سالی کے باعث ان کی کمر جھکی ہوئی تھی۔ جب جناب ابوبکر بگبے کمارا کو ان سے ملایا گیا اور بتایا گیا کہ انہیں ایک موقعہ پر دیگر احباب کے ہمراہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پالکی اپنے کندھوں پر اُٹھانے کا شرف حاصل ہوا تھا تو وہ گھٹنوں کے بل محترم میاں نواب دین کے سامنے جُھک گئے تھے اور اُن سے التجا کی تھی کہ وہ اپنا ہاتھ اُن کے سر پر پھیر کر انہیں برکت بخشیں۔ یہ دراصل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذاتِ اقدس کے ساتھ جوشِ عقیدت اور فرطِ محبّت کا ایک والہانہ اظہار تھا جس نے ایک آزاد قوم کے ممتاز لیڈر کو حضور علیہ السلام کے ایک دیرینہ خادم کے آگے احتراماً جُھکنے پر مجبور کر دیا۔ محترم میاں نواب دین صاحب نے آبدیدہ ہوکر جناب ابوبکر بگبے کمارا کے سر اور پُشت پر محبّت سے ہاتھ پھیرا اور دُعا دی اور وہ مسیح پاک علیہ السلام کے ایک ادنیٰ خادم سے برکت حاصل کرنے کے بعد خوشی خوشی یوں اُٹھ کھڑے ہوئے کہ گویا انہیں بہت بڑی دولت میسّر آگئی۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ماہنامہ "انصار اللہ" بابت اپریل ۱۹۶۲ء)

محبّت اور شیفتگی اور للّٰہیت کا یہی جذبہ میں نے امریکہ کے احمدی بھائیوں میں پایا۔ یہی وجہ ہے کہ ڈیٹن کے برادر بشیر احمد میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کے صحابہؓ کے ساتھ محبّت و عقیدت کے اس والہانہ اظہار پر مجھ پر وارفتگی کا عالم طاری ہوئے بغیر نہ رہا۔ اور دِل ہی دِل میں میں فرطِ مسرّت سے جُھوم اُٹھا۔ میں نے ان سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کے صحابہؓ کا گروپ فوٹو بڑی ہی عقیدت کے ساتھ اپنے ہاتھوں میں لیا۔ اور اُن سے وعدہ کیا کہ میں جملہ صحابہؓ کے نام معلوم کرکے اور انہیں فوٹو کے نیچے لکھ کر یہ فوٹو انہیں واپس ارسال کر دوں گا۔ اس وعدہ پر وہ بے حد مسرُور ہوئے۔ اور میرا شکریہ ادا کرنے اور مجھ سے بغلگیر ہونے کے بعد واپس تشریف لے گئے۔

انگلستان کے ناصر وارڈ اور ان کی اہلیہ محترمہ قدسیہ وارڈینز، محترم ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب کی برطانوی نژاد اہلیہ محترمہ، ہالینڈ کے جناب عبدالعزیز فرحاخن، جناب عبدالحمید خان درفیلدن، جناب بُرخما، جناب تبس وغیرہم، جرمنی کے جناب سعید سٹائن ہاوزر، اور جناب سعید کریشماں، یوگوسلاویہ کے جناب شعیب موسیٰ۔ اور جناب عزّت اولیٰ فرخ۔ البانیہ کے جناب اسمٰعیل ڈیلوشش، ڈنمارک کے جناب عبدالسلام میڈسن، جناب الحاج نوح سوئنڈ ہانسن، اور جناب کمال کروگ۔ سویڈن کے جناب محمود ارکسن اور مسٹر قانتہ کرسٹینا۔ ناروے کے جناب نور احمد بولستاد اور آئس لینڈ کے جناب سعید بونسن اور اسی طرح امریکہ اور یورپ کے مختلف ملکوں کے صدہا احمدیوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کے صحابہؓ کے ساتھ محبّت و عقیدت اور عزّت و احترام کے اسی جذبہ سے سرشار پایا۔ جس کی جھلک میں نے ڈیٹن کے احمدیوں میں دیکھی تھی۔

اِس دَورہ میں میں نے عشق و محبّت کے اِس جذبہ کو ہر احمدی میں کارفرما دیکھا۔ اور محبّت و عشق کے یہ جلوے ہی وہ دولتِ لازوال ہیں جس سے مالامال ہو کر میں وہاں سے واپس آیا ہوں۔ یہ جلوے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا ایک زبردست نشان ہیں۔ اِس لئے کہ یہ دُنیا پر آشکار کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو بار بار جو خبر دی تھی وہ آج بڑی شان سے پُوری ہو رہی ہے۔ اور آئندہ بھی ہر آن پہلے سے بھی بڑھ کر شان کے ساتھ پُوری ہوتی چلی جائے گی۔ وہ خبر وہی ہے جس کا حضور علیہ السلام نے اِن الفاظ میں ذکر فرمایا تھا:-

"خُدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا۔ اور میری محبّت دِلوں میں بٹھائے گا۔ اور میرے سلسلہ کو تمام زمین پر پھیلائے گا۔ اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا"۔

(تجلیاتِ الٰہیّہ)

(بشکریہ ماہنامہ "الفرقان" ربوہ مجریہ ماہ نومبر/دسمبر ۱۹۷۶ء)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خُلقِ عظیم!

از مکرّم خواجہ عبد الحمید صاحب انصاری ۔ حیدرآباد (دکن)

خُلق، انسانیت کا ایک جوہر اور ایسا تعمیری حربہ ہے، جو تمدنِ انسانی کے تمام شعبوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ تمدن کی کوئی بھی شق اس سے بے اعتنائی برت کر تعمیر کے میدان میں کارکرد نہیں ہوسکتی۔ کسی بھی شخصیت کو انسانوں کے لئے مایۂ راحت بنانے میں خُلق یا اخلاق کا غلبہ ہی ایک ذریعہ ہے۔ خُلق یا اخلاق سے مُعرّا کوئی بھی شخصیت، انسانیت کے معیار پر قدآور نہیں قرار دی جاسکتی۔ اقوامِ عالم نے جن محسنوں کو اپنی تاریخ یا ذہن کے گوشوں میں محفوظ رکھا ہے، وہ اپنے اخلاق ہی کی وجہ سے معروف ہیں۔ لیکن محسنانِ عالم کی اس فہرست میں انبیائے کرام کا کردار ایک الگ اور بسیط باب ہے۔ انبیائے کرام کے ذریعہ جس خُلق یا جن اخلاق کا اظہار ہوا وہ محض تعمیری ہی تھے۔ انبیائے کرام کے اِن درخشاں اور روشن تعمیری پہلوؤں کی درجہ بندی کی جائے تو مختلف انبیاء مختلف درجوں سے حصّہ لیں گے، لیکن میرے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اس جدول میں سرِ فہرست، نمایاں اور درخشاں ترین ہوگا۔ آپ نے تمام انبیاء کے مقابلہ میں ایک خاص الخاص خُلقِ عظیم و اعلیٰ سے حصّہ پایا۔ بلکہ ہم تو کہتے ہیں کہ اگر خُلق کی درجہ بندی میں خُلقِ عظیم و اعلیٰ کا کوئی معیار ہو سکتی ہے۔ یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ دُنیا میں صرف ایک ہی شخصیت گذری ہے جس نے خُلقِ عظیم و اعلیٰ سے حصّہ لیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اُس کی نظیر اگر تلاش کی جائے تو اُس کے خدّام کی فہرست میں تو مل سکتی ہے مگر اُن سے باہر نہیں۔

اسلامی تعلیمات کی رُو سے خُلق یا اخلاق کی یہ تعریف نہیں ہے کہ بس نرمی برتی جائے، عفو اور درگزر سے کام لیا جائے، سزا دہی اور انتقام سے نفرت ہو اور ہر قسم کی انفعالی قوتوں کو جمع کرنے میں ہی فخر محسوس کیا جائے۔ اور نہ ہی اسلامی تعلیمات کی رُو سے غصّہ، انتقام، نفرت اور سزا وغیرہ معروفہ جذبات، بدخلقی میں شامل ہیں۔ اسلام نے جن اخلاق کو پیش کیا، اُس کی تعریف یہ ہے کہ ہر طبعی جذبے کو عقل کے ماتحت استعمال کیا جائے۔ اور موقع بینی و محل شناسی کے لحاظ سے اُسے بروئے کار لایا جائے۔

میرے پیارے آقا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک ایک پہلو بلکہ ہر ایک لمحہ اپنی رحمت، اپنی انسانیت، اپنی حکمت بارانی، اپنی صلہ رحمی، اپنے عفو و درگزر، اپنے جذبۂ احسان و شکر، اپنی امانت اور اپنی حلاوت و رأفت کے لئے ایک بے مثال اور لازوال ہے اُن تمام جذبات و احساسات کا جو ہر آن اور ہر دم آپ کے مصفا سینے میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کے لئے موجزن رہتے تھے، احاطہ کرنا ناممکن ہے۔ گزشتہ چودہ صدیوں میں آپؐ کی پاک اور عالی ذات پر بہت کچھ لکھا گیا اور آئندہ بھی لکھا جاتا رہے گا۔ تاہم حق یہی ہے کہ انسانی عقل و فہم اور ادراکات، اُن تمام محسوسات کی کُنہ کو کبھی نہیں پاسکیں گے جو اُس پاک اور عالی وجود کا حصّہ رہے ہیں۔ آپؐ کی زندگی کے بے شمار اور اَن گنت پہلوؤں میں سے صرف چند ایک پہلو جن کا تعلق انسان اور انسانیت کی برتری کے جذبے سے ہے، یہاں پیش کئے جاتے ہیں۔ تاکہ اُن پر فکر اور غوض کر کے انہیں اپنانے اور سعی و عمل میں انہیں اپنی منزل بنانے میں ہمیں سہولت اور آسانی رہے۔

(۱)

امانت کے اصول کا احترام اور اس کی پابندی میرے آقا کی زندگی کا ایک اہم باب ہے۔ گو کہ دعویٔ نبوّت سے پہلے بھی آپ اپنی قوم میں امین کے لقب سے ممتاز تھے لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کا کردار نہایت جذباتی مواقع پر بھی بے داغ اور نکھرا رہا، تو ہمارے دل آپ کی بزرگی اور برتری کے خیال سے رقّت آمیز ہو جاتے ہیں۔ قلعہ خیبر کے محاصرہ کا ذکر ہے۔ ایک یہودی رئیس کا گلہ بان جب مسلمان ہو گیا تو اُس نے اُن بکریوں کے بارے میں جو اُس کے قبضہ میں تھیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ طلب کیا۔ حضورؐ نے حکم دیا کہ بکریوں کا رُخ قلعہ کی طرف کر کے اُن کو ہانک دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اور قلعہ والوں نے انہیں اندر لے لیا۔ غور فرمائیے! یہودی قلعہ بند تھے۔ ان کا چاروں طرف سے محاصرہ تھا اور محاصرہ طول کھینچتا جارہا تھا۔ بکریوں کا یہ گلہ اُن کی غذا کی فراہمی کا باعث بن کر اُن کے قلعہ بند اور مصروفِ پیکار رہنے کو تقویت پہنچاتا تھا لیکن آپؐ نے اسلامی اخلاق کو پورے زور اور شدّت کے ساتھ برتا۔ آج کے اس ترقی یافتہ دَور میں بھی، دورانِ جنگ دُشمن کا مال حلال سمجھا جاتا ہے۔ لیکن میرے آقا کا عمل ایک رسول کے امین ہونے اور ساتھ ہی اپنے خُدا پر بے پناہ بھروسہ اور بے تھکان اعتماد کرنے کی عظیم الشان دلیل ہے۔ ؎

ہر رہ گزر پہ شمع جلانا ہے میرا کام
تیور ہیں کیا ہوا کے یہ میں دیکھتا نہیں

(۲)

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ سے کہ تم عنقریب اُس ملک کو فتح کرو گے، جہاں قیراط کے پیمانے کا رواج ہے (دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ نے ملکِ مصر کا نام لیا) آپ نے حکم دیا کہ اُس ملک کے باشندوں سے حُسنِ سلوک سے پیش آنا کیونکہ اُن لوگوں کا ہم پر ایک حق ہے اور اُن کی صلہ رحمی ہم پر واجب ہے ـــــ غور فرمائیے! گویا ہزاروں سال قبل کے تعلقات کا بھی آپؐ کو پاس اور لحاظ رہتا تھا۔ کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ حضرت ہاجرہ مصر کی رہنے والی تھیں اور عرب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ کیا اس صلہ رحمی کی مثال کسی اور نبی کے واقعات میں مل سکتی ہے۔؟

(۳)

جنگ اور لڑائی سے میرے آقا کو ہمیشہ نفرت رہی۔ آپؐ کا پیغام صلح و آشتی اور امن و ترقی کا پیغام تھا۔ ایسا موقعہ آپ کی زندگی میں کبھی نہیں آیا کہ لڑائی اور بدامنی سے بچنے کی کوئی راہ پیدا ہوئی ہو، اور آپؐ نے اُسے اختیار نہ کیا ہو۔ صلح حدیبیہ کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ بیعت الرضوان کے تحت کئے گئے عہد کے مطابق مسلمان کفار سے ایک فیصلہ کُن جنگ کے لئے تیار تھے۔ چونکہ کفار مسلمانوں کے ہاتھ دیکھ چکے تھے، انہوں نے صلح کی شرائط طے کرنے کے لئے سہیل بن عمرو کو سفیر بنا کر بھیجا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً صلح پر اپنی آمادگی ظاہر فرما دی۔ اس صلح کی بہت سی شرائط تھیں۔ جن میں سے بعض تو ایسی تھیں گویا کہ مسلمان ایک مغلوب فریق ہیں۔ لیکن جب حضورؐ نے دیکھا کہ بہرحال اہلِ مکہ کا رجحان صلح کی طرف ہے اور اس طرح حالتِ امن کے پیدا ہونے کا امکان ہے تو آپ نے گویا دب جانے والی شرائط پر بھی صلح کر لی۔ اگرچہ بظاہر اس صلح کی بعض شرائط مسلمانوں کے لئے ذلّت آمیز حد تک پست معلوم ہوتی تھیں یہاں تک کہ بعض اکابر صحابہؓ کو اس میں کد تھی، لیکن دو تین دن کے اندر ہی اللہ تعالیٰ نے

قرآنی وحی کے ذریعہ اسے مسلمانوں کے ... فتحِ مبین قرار دیدیا۔ نتیجہ سب کے سا... ہے۔!

جونہی کفار اور مسلمانوں میں میل جول پیدا ہو... کفار کے لئے اسلام اور مسلمانوں کی خوبیا... کے مواقع فراہم ہوگئے۔ باوجود اس کڑی... کے کہ اگر مکّہ کا کوئی شخص مسلمان ہو کر مدینہ... آئے تو مسلمان اُسے لوٹانے کے ذمہ دار ہوں... اور اگر مدینہ کا کوئی مسلمان مرتد ہو کر مکہ... پڑے تو اہلِ مکّہ اُسے مدینہ واپس بھیجنے... پابند نہ ہوں گے، مکّہ میں لوگ مسلمان ہو... لگے۔ اہلِ مکّہ نے اس مذکورہ شرط سے فائد... اُٹھا کر خوب خوب ارمان نکالے۔ اور جس... ممکن تھا ان نومسلموں کو تختۂ مشق بنانے... لیکن دو سال کے اندر ہی بعض ایسی وجوہ پیدا... شروع ہوئیں کہ کفار مکّہ نے کوششیں شروع... کہ اس صلحنامہ کو باہم منسوخ کرادیں۔ جو... اس صلحنامہ کی تکمیل پر اپنی فتح کے غرور میں پھو... نہ سماتے تھے۔ بہت جلد ہی اُس کے آثار پر خو... ہو گئے۔ اس دوران میرے آقا نے ایفائے عہد... جو پاس اور لحاظ رکھا اور جو نمونہ اپنے عہد کی پا... کا آپؐ نے دکھایا، اُس کی مثالیں تاریخ میں م... ہی مل سکیں۔ جتنے بھی مرد اسلام قبول کر کے ا... مکّہ کے ظلم سے تنگ آکر مدینہ پہنچے، واپس لوٹا د... گئے۔ حالانکہ ان کی حالت نہایت ستم اور خطرناک... قابلِ رحم تھی۔ مدینہ کے مسلمانوں کی آنکھوں میں... اتر آتا تھا۔ لیکن پاسِ عہد اور ادبِ رسول مانع... اور وہ کچھ نہ کر سکتے تھے۔ اس کے باوجود کفار... محسوس ہو گیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم... حدیبیہ پر راضی ہو جانا عظیم تدبر و فراست کا... تھا۔ انہیں اپنی عارضی فتح کا وہ جشن جو صلح کے... اپنی شرائط منوا کر انہوں نے منایا تھا، اب بوجھل... نمناک اور جاں گسل محسوس ہونے لگا۔ بہت... تاریخ نے ثابت کر دیا کہ حدیبیہ کا صلحنامہ، اس... اور مسلمانوں کے لئے کھلی فتح اور کفار مکّہ کے... بے پناہ شکست کا موجب تھا۔ کسی نے کیا... کہا ہے ؎

کوئی مغرورِ حُسن سے کہہ دے
وقت سب سے خراج لیتا ہے

(۴)

خیبر کے محاصرے کے دوران ایک یہودیہ... نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں... کا بھنا ہوا گوشت تحفۃً پیش کیا۔ اُس گوشت... زہر ملا دیا گیا تھا۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ... نے اُسے چکھا تو آپؐ کو محسوس ہوا کہ اس م... ملا ہوا ہے۔ آپؐ نے ہاتھ روک لیا اور د... کو بھی کھانے سے منع کر دیا۔ جب اُس عور... سے حضورؐ نے استفسار فرمایا تو اُس نے ک... اس جنگ میں میرے بہت سے عزیز مارے... تھے اس لئے ان کے بدلے کے خیال سے...

ایسا کیا تھا۔ اور میرے دل میں یہ بات بھی تھی کہ اگر آپ اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں تو ضرور ہلاک ہوں گے اور سچے ہیں تو آپ کا خدا آپ کو بچالے گا۔ اس کا یہ جواب سن کر آپؐ نے اسے معاف کر دیا۔ اور کوئی سزا اسے نہیں دی۔ آپؐ کا یہ عفو عین اسلامی تعلیم کے مطابق تھا۔ ایسی معافی جو آئندہ کسی فتنہ کا دروازہ نہیں کھولتی اور اس سے مخالف کے رُوبہ اصلاح ہو جانے کی توقع ہو، اسلام میں جائز ہی نہیں بلکہ لازمی اور ضروری ہے۔ ایسی عالی ظرفی اور برمحل اخلاق کی مثال صفحاتِ تاریخ میں کم ہی نظر آئے گی ؎

چوٹ لگنے کو تو لگتی ہے جگر پر یکساں
ظرف کے فرق سے آواز بدل جاتی ہے

۵

اسی طرح فتح مکّہ کے موقعہ پر جس عفو اور درگزر کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نمونہ دکھایا، وہ بھی عین اسلامی تعلیم اخلاق کے موافق تھا۔ آپؐ فاتح تھے۔ لیکن آپؐ کے خُلقِ عظیم نے آپؐ کو معافی دینے اور درگزر کرنے پر اُکسایا۔ نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ سارے کا سارا مکّہ اسلام کی آغوش میں آگیا۔ بُرا ہو تعصّب کا کہ اُس کی آنکھوں پر ہمیشہ کالا پردہ ہی پڑا رہتا ہے۔ کہاں ہیں وہ اقوام جن کے ہاتھوں میں آج علم کی مشعل ہے مگر پھر بھی وہ یہی کہے جاتی ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا۔ یا للعجب!!

۶

تاریخوں میں طائف کے واقعہ کا ذکر آتا ہے۔ مکّہ والوں کو جب آپ نے دیکھا کہ اپنی جہالت میں ترقی ہی کرتے جاتے ہیں اور شرافت سے بکلی بیگانہ دش ہوتے جاتے ہیں تو آپ نے چاہا کہ طائف جاکر وہاں کے شرفاء اور روساء کو اسلام کا پیغام پہنچائیں۔ لیکن وہاں بھی سرد مہری آپؐ کی منتظر تھی۔ آپ کو یہی جواب دیا گیا کہ جب آپ کی قوم ہی آپ کو قابلِ اعتناء نہیں سمجھتی تو آپ کیونکر متوقع ہیں کہ ہم آپ کے ساتھ التفات کا برتاؤ کریں گے آخر کار آپؐ کو وہاں سے نکل جانے کا حکم دیا گیا۔ واپسی پر دو تین میل تک طائف کے بازاری بے فکروں نے وہاں کے رؤساء کے اشارے پر آپ کے پاؤں پر مسلسل خشت باری کی۔ یہاں تک کہ آپؐ کے پَیر لہولہان ہو گئے اور آپؐ کے جوتے خون سے بھر گئے۔ جب آپ درد اور تکلیف سے بیٹھنے لگتے تو کوئی بدبخت آتا اور آپؐ کا ہاتھ پکڑ کر اُٹھا دیتا۔ کہ یہ تمہارے ٹھہرنے کی جگہ نہیں۔ بڑی مشکل سے جب بدمعاشوں سے آپ کا پیچھا چھوٹا، تو کچھ آرام لینے کے لئے ایک باغیچہ کی دیوار کے ساتھ بیٹھ گئے۔ غور فرمائیے! ایسے وقت میں کسی بھی مظلوم کے دل کی کیا کیفیت ہو سکتی ہے؟ لیکن میرا آقا دنیا کے تمام انسانوں سے بالا ایک عظیم قوتِ ارادی اور ایک رفیع الشان ضبطِ نفس کا مالک تھا۔ صلے اللہ علیہ وسلم۔

آپؐ اُس بے پناہ ظلم و ستم اور بے تحاشہ تھکا دینے اور مایوس کر دینے والے جور و طغیان کے باوجود اپنے خدا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں مگر اس حال میں کہ مایوسی کا ایک شمّہ اثر بھی آپؐ پر غلبہ نہیں پاتا۔ اور شکوہ و شکایت کا کوئی ایک لفظ بھی آپؐ کی زبانِ وجد سامان پر جاری نہیں ہوتا۔ ایلی ایلی لما سبقتانی کسی اور ہی کی زبان سے نکلا تھا۔ میرے آقا کا قلب صمیم ایمان اور یقین کی کیفیت سے ایسا پُر معلوم ہوتا ہے کہ کسی بڑے سے بڑے جفادری پہلوان سے بھی ایسے ضبط اور ایسی برداشت کی توقع ممکن نہیں۔ آپ اپنے قادر و توانا خدا کو مخاطب کرتے ہیں تو ان الفاظ کے ساتھ کہ اے خدا میں ہی کمزور ہوں، مجھ میں ہی کچھ کمی ہے۔ تمام کمزوروں کو قوت دینے والی ذات تیری ہی ہے۔ میں بھی کمزور ہوں۔ تُو مجھے کس کے سپرد کرے گا؟ کیا کسی دشمن کے کہ وہ ترش روئی کے ساتھ مجھ سے معاملہ کرے! یا کسی دوست کے کہ جس کے ذمّہ تُو نے میرا معاملہ کیا ہُوا ہے۔ اگر تُو مجھ سے راضی ہے تو یہ سب آفتیں میرے لئے کسی ملال کا موجب نہیں ہو سکتیں۔ تیری وسیع ترین حفاظت اور تیرے رُخِ انوار کی پناہ مجھے چاہیئے۔ اُس رخِ انوار درخشاں کی جس کے آگے تمام تاریکیاں اور ظلمتیں پاش پاش ہو جاتی ہیں اور دنیا و آخرت کے تمام امور فیصلہ پا جاتے ہیں۔ میں تیرے غصّہ اور تیری ناراضگی سے تیرے ہی منور چہرے کی پناہ مانگتا ہوں۔ میری غرض تجھ سے یہی ہے کہ بس تُو مجھ سے راضی ہو جا۔ تیرے سوا نہ کوئی طاقت ہے اور نہ کوئی قوت!!

دیکھا آپ نے! کس فقیدُ المثال اور کس رفیع المرتبت شان کا مالک تھا میرا آقا۔ ایک لمحہ کے لئے بھی آپؐ کی نظر انسانی ظلم کی طرف نہیں گئی۔ جس قدر اہلِ طائف نے آپؐ کے پیغام کو ٹھکرایا اور بے اعتناء ٹھہرایا، اُس سے بھی زیادہ آپؐ نے اُن کے گھناؤنے ظلم سے بے اعتنائی برتی۔ اور اپنے خدا سے متوقع رہے کہ ایک دن بہرحال یہ بھٹکی ہوئی رُوحیں اپنے پیدا کرنے والے کے آستانہ پر آگریں گی۔ گویا کہ دنیا بھر کو آپؐ نے جواب دیا کہ ؎

آپ ہوں میں نہیں انساں سے مایوس ابھی
ابھی پھوٹے ہیں شگوفے ابھی کمسن ہے بہار

۷

انسانوں کی سب سے بڑی خدمت اُن کی اخلاقی تربیت اور ایک ایسے راستے پر اُن کو چلانا ہے کہ براہِ راست اُن کا تعلق اپنے خالق و مالک سے استوار ہو جائے۔ انسان کی ہر تکلیف اور اس کا ہر نقصان اُس کے اپنے عمل کا نتیجہ ہوتا ہے۔ پھر بھی ہر مغموم چہرے کو دیکھ کر میرے آقا کا دل بھر آتا تھا اور آنکھ تر ہو جاتی تھی۔ یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ نے آئندہ زمانے کے حالات کے طور پر آپ کو اطلاع دی کہ اسلام تین صدیوں میں اپنی تدریجی ترقی کے کمال کو حاصل کرے گا۔ اُس کے بعد اُس کے تنزلی کا دَور شروع ہوگا اور آہستہ آہستہ عیسائی دُنیا پر چھا جائیں گے۔ یہودی بھی ایک وقت میں اپنی دیرینہ آرزوؤں کی تکمیل کریں گے تاہم ان دونوں اقوام کی ترقی اور اُن کا تسلط عارضی ہوگا۔ اور آخری زمانہ میں نشأۃ ثانیہ کے طور پر اسلام کو پھر عروج و غلبہ و تسلط نصیب ہوگا اور دیگر اقوام عالم اُس کے سامنے پچھڑ جائیں گی اور ظالم یہود و نصاریٰ اپنے کئے کی سزا پالیں گے، تو جہاں ایک طرف اسلام کی ترقی کا سُن کر آپؐ کو خوشی ہوئی کہ انسان بہرحال آپ کے پیغام کے ذریعہ اپنی زندگی کے مقصدِ اعلیٰ تک پہنچ جائے گا۔ وہیں دوسری طرف ظالم اقوام کے انجامِ بد کا حال معلوم کرکے آپ کو طبعاً دکھ ہُوا اور آپ نے اس سلسلہ میں اپنے خدا سے خاص دُعائیں کیں۔ غور فرمائیے! آپ کے اضطراب کی وجہ بعض اقوام کا وہ انجام ہے جسے ابھی ڈیڑھ ہزار سال بعد وقوع پذیر ہونا تھا۔ یوں تو انسانوں میں سب سے زیادہ کمال کا درجہ پائے ہوئے وجود انبیاء ہی ہوتے ہیں اور تمام انبیاء اپنی ذات میں انسانوں کی خدمت کے لئے ایک تڑپ اور اُن کے دُکھ درد پر طبعاً ایک کاہش اپنے دل میں رکھتے ہیں، لیکن مستقبلِ بعید میں انجام پذیر ہونے والے تکلیف دہ کسی سانحہ پر ایک بوجھ اور اضمحلال محسوس کرنا، وہ بھی اس صورت میں کہ متاثرہ اقوام کو روزِ بد دیکھنا محض اس وجہ سے نصیب ہونے والا ہو کہ انھوں نے اُس عظیم مقصد کو ناکام بنانے کی ہر ممکن سعی کی ہوگی جسے ہم نے اپنے خونِ دل سے سینچا تھا، سوائے میرے آقا (فداہ نفسی) کے کسی اور کو نصیب نہ ہُوا۔ ؎

جو عالی ظرف ہیں، اہلِ غرض سے جھک کے ملتے ہیں
صُراحی سرنگوں ہو ہو کے بھر دیتی ہے پیمانہ

۸

صحیح بخاری میں حضرت معاذؓ بن جبل سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے معاذ! کیا تُو جانتا ہے کہ بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے؟ پھر استفسار پر فرمایا "یہی کہ وہ اُنہیں عذاب نہ دے"! غور فرمائیے! اللہ تعالیٰ کی صفات رحم، بخشش اور جود و سخا کا کس قدر وسیع نقشہ اس میں کھینچا گیا ہے۔ یعنی اللہ کا بندوں پر یہ حق سمجھتے ہیں کہ بہرحال اُنہیں عذاب نہ دیا جائے۔ اور اُن پر رحم کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور اُس کے بے حد و حساب رحیم و کریم ہونے کا کیسا صحیح اور مکمل عکس اس میں آگیا ہے۔ اب اس حدیث کو قرآن مجید کی اس آیت سے ملا کر پڑھئے جو یہ ہے کہ

"رحمتی وسعت کلّ شیءٍ"

اللہ تعالیٰ اپنی عادت بیان فرماتے ہیں کہ ہماری رحمت ہر چیز پر حاوی اور محیط ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے غضب اور غصہ پر بھی غالب ہوئی۔ اس سے یہی نتیجہ نکلا کہ بہرحال ایک وقت آئے گا کہ تمام دوزخی بندے بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کی آغوش میں آجائیں گے اور بخشے جاکر جنّت میں داخل ہوں گے۔ اسی لئے احادیث میں آیا ہے کہ ایک دن دوزخ بالکل خالی رہ جائے گی اور بادِ نسیم اُس کے دروازے کھڑکھڑاتی ہوگی۔ اسی طرح ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے پیدائش کو مکمل کیا تو اُس نے اپنی ایک کتاب میں جو عرش پر اُس کے پاس ہے لکھا کہ

"میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے"

کس قدر امید افزاء، کتنا رُوح پرور اور کیسا راحت بخش ہے یہ پیغام جو ہمارے آقا و مطاع محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخلوقِ خدا کے ساتھ بے انتہا پیار کے ثبوت میں دیا۔

۹

حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا جو عالم تھا وہ ایک الگ اور بسیط باب ہے اس مختصر سے مضمون کے آخر میں ایک چھوٹا سا واقعہ، جو اس پہلو سے آپؐ کی سیرت اور آپؐ کے خُلقِ عظیم پر تیز روشنی ڈالتا ہے، بیان کرکے اپنے مضمون کو ختم کروں گا۔

آپؐ رات میں دیر تک نوافل پڑھا کرتے جس سے آپ کے پاؤں متورم ہو جاتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے آپؐ کی اس تکلیف کا خیال کرکے عرض کیا کہ حضور! آپ کو تو اللہ تعالےٰ نے جنّت کی بشارت دیدی ہے پھر کیوں اس قدر بوجھ آپ اپنی جان پر ڈالتے اور عبادتوں میں محنتِ شاقہ سے کام لیتے ہیں۔ آپؐ نے جواب دیا کہ عائشہ! جب اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ فضل مجھ پر فرمایا۔ تو کیا میرا بھی فرض نہیں کہ سب سے زیادہ شکر گزار بندہ بنوں۔

سچ ہے۔ ؎

عشق میں نسبت نہیں بلبل کو پروانے کے ساتھ
وصل میں وہ جان دے، یہ ہجر میں جیتی رہے

اللّٰھم صلے علی محمدٍ وآلِ محمدٍ وبارک وسلم انک حمیدٌ مجید۔

حسینانِ عالم ہوئے شرمگیں
جو دیکھا وہ حُسن اور وہ نُورِ جبیں
پھر اس پر وہ اخلاقِ اکمل تریں
کہ دُشمن بھی کہنے لگے آفریں
زہے خُلقِ کامل زہے حُسنِ تام
علیک الصّلوٰۃُ علیک السلام

ربوہ کے ۸۴ ویں سالانہ جلسہ پر

اسلام کے سوا لاکھ سے زائد فدائیوں کا عظیم الشان اجتماع

اندرون ملک کی احمدی جماعتوں کے علاوہ امریکہ۔ انگلستان۔ جرمنی۔ ہالینڈ نائیجیریا۔ غانا۔ انڈونیشیا۔ سپین۔ ہنگری اور بنگلہ دیش کی احمدی جماعتوں کے نمائندہ وفود کی شرکت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ کا جلسہ کے تینوں روز بصیرت افروز خطاب۔ علماء سلسلہ کی پُر از معلومات تقاریر!!!

دارالھجرت ربوہ میں ۱۰-۱۱-۱۲ فتح دسمبر ۱۹۷۶ء کو جماعت احمدیہ کا ۸۴ واں جلسہ سالانہ اللہ کے فضل وکرم سے ہر طرح کے ناسامد حالات اور شدید مشکلات کے باوجود ہر لحاظ سے بہت ہی کامیاب اور بابرکت رہا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

بتاریخ ۱۰ دسمبر بروز جمعۃ المبارک جماعت احمدیہ کا چوراسیواں بابرکت جلسہ سالانہ اپنی تمام برکات و انوار اور انابت الی اللہ کی مخصوص روایات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بیشمار رحمتوں اور اس کے بے حد وحساب فضلوں کے درمیان شروع ہوا۔ سیدنا و امامنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایک نہایت ایمان افروز، روح پرور اور وجد آفریں خطاب اور اجتماعی دعا کے ساتھ اس جلسہ کا افتتاح فرمایا۔ جس میں حضور نے اس مقدس جلسہ کے اغراض و مقاصد کا ذکر کرتے ہوئے احباب کو توجہ دلائی کہ وہ جلسہ کے مبارک ایام میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی صفات اور اس کی عظمت و کبریائی کے جلووں کا حقیقی علم حاصل کر کے اپنے قلوب کو اس کی خشیت و محبت سے معمور کرنے کی کوشش کریں اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی باتیں سن کر نیکی اور تقویٰ اور اخلاص میں ترقی کریں اور اخوت و محبت کی اس فضا سے بھر پور فائدہ اُٹھائیں جس کی لہریں ہمارے اس جلسہ کے ایام میں ہماری فضا میں بھری ہوئی ہوتی ہیں۔ حضور کی تشریف آوری اور حضور کے اس افتتاحی خطاب کے دوران بار بار فضا اللہ اکبر حضرت خاتم الانبیاء زندہ باد حضرت امام مہدی زندہ باد اور حضرت خلیفۃ المسیح زندہ باد کے فلک بوس نعروں سے گونجتی رہی۔

حضور کے اس افتتاحی خطاب سے قبل ہی وسیع و عریض جلسہ گاہ جسے گذشتہ سال سے بھی زیادہ وسیع کر دیا گیا تھا۔ پاکستان کے کونے کونے سے آنے والے احباب جماعت اور دنیا کے مختلف ممالک مثلاً امریکہ انگلستان جرمنی سپین، ہالینڈ، ہنگری، ماریشس۔ گھانا نائیجیریا، انڈونیشیا، اور بنگلہ دیش وغیرہ کی احمدی جماعتوں کے نمائندہ وفود اور دنیا بھر کے مختلف ممالک سے اپنے طور پر تشریف لانے والے احمدی دوستوں سے پُر ہو چکی تھی۔

امسال بعض مخصوص حالات کی بناء پر ہمارا یہ مقدس جلسہ اپنی ان مقررہ تاریخوں پر نہ ہو سکا جو خود بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مقرر فرمائی تھیں اور جن میں یہ بالعموم منعقد ہوتا ہے۔ جن تاریخوں میں یہ جلسہ ابکے منعقد ہوا وہ ایسی تھیں جن میں ملازمت پیشہ احباب کے لئے رخصتوں کا انتظام کرنا مشکل تھا۔ سکول اور کالج بھی کھلے تھے جن کی وجہ سے بچوں اور نوجوانوں کے لئے مشکل درپیش تھیں علاوہ ازیں محکمہ ریلوے کے عدم تعاون اور ربوہ اور چنیوٹ کے درمیان دریائے چناب کے پُل کی مرمت کی وجہ سے ٹریفک میں رکاوٹ کی بناء پر بھی مہمانان کرام کے لئے ربوہ پہنچنے میں شدید مشکلات حائل تھیں مگر یہ محض خدا تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ ان تمام پیش آمدہ مشکلات کے باوجود اسلام کے فدائی نہ صرف پاکستان کے ہر حصے اور علاقے سے بکثرت تشریف لائے بلکہ دنیا کے دور دراز ممالک سے بھی وہ دیوانہ وار اپنے مرکز میں کھنچے چلے آئے اور راہ کے کانٹے اور ان کے عزم اور جذبۂ اخلاص میں روک بننے کی بجائے اس میں اضافہ کرنے کا موجب بن گئے۔ الحمد للہ جلسہ کے بابرکت ایام میں وہ انتہائی توجہ اور انہماک کے ساتھ جلسہ کی کاروائی سنتے رہے اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے افتتاحی خطاب میں انہیں جو قیمتی نصائح فرمائیں ان کے مطابق وہ جلسہ سالانہ کے ان تمام دینی اغراض کو پورا کرنے کی کوشش کرتے رہے جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے متعین فرمائی تھیں انہیں ان مبارک ایام میں خصوصی طور پر دعائیں کرنے اور عبادات بجالانے کا موقع میسر آیا۔ باہمی ملاقاتوں کے ذریعہ اسلامی اخوت و محبت کے تعلقات مزید مستحکم ہوئے اور انہیں دیگر علمائے سلسلہ کی تقاریر کے علاوہ سب سے بڑھ کر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کے زندگی بخش اور روح پرور خطابات سن کر اپنے ایمان و معرفت میں اور ترقی حاصل کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

جلسہ میں شامل ہونے والے احباب کی تعداد

جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے جلسہ کی تاریخوں میں تبدیلی اور دیگر ہر طرح کے نامساعد حالات اور مشکلات کے باوجود اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اکناف عالم سے تشریف لانے والے احباب غیر معمولی طور پر بڑی کثرت کے ساتھ جلسہ میں شامل ہوئے یہی وجہ ہے کہ جیسا کہ سب نے خود مشاہدہ کیا مردانہ اور زنانہ جلسہ گاہیں اپنی تمام وسعت کے باوجود پہلے روز کے افتتاحی اجلاس میں ہی سامعین سے پُر ہو چکی تھیں۔ جو احباب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لنگر خانہ سے کھانا تناول کرتے رہے ان کی تعداد اس دفعہ اسّی ہزار کے لگ بھگ رہی جبکہ قریبی مقامات کے بکثرت ایسے احباب بھی موجود تھے جو رخصت نہ ملنے کی وجہ سے جلسہ کے تینوں دن یہاں نہ ٹھہر سکے یا جلسہ کی کاروائی سننے کے بعد روزانہ اپنی اپنی جگہ واپس چلے جاتے تھے ظاہر ہے کہ ایسے احباب جو ہزاروں کی تعداد پر مشتمل تھے کھانے کی پرچیوں میں شمار نہیں ہوئے پھر ہزاروں کی تعداد میں وہ غیر از جماعت احباب کے تھے جو التزام کے ساتھ روزانہ جلسہ کی کاروائی سن کر اپنے اپنے ہاں واپس جاتے رہے ان کے علاوہ ربوہ کے ہزارہا احباب بھی ایسے تھے جو جلسہ میں شامل تھے مگر اپنے کھانے کا انتظام خود کرتے تھے۔ اگر ان سب کو ملحوظ رکھا جائے تو جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والوں کی تعداد اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے سوا لاکھ سے بھی کہیں زیادہ ہو جاتی ہے۔ الحمد للہ

پہلے روز جلسہ گاہ میں حضور کی تشریف آوری!

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز صبح نو بجے بذریعہ موٹر کار جلسہ گاہ میں تشریف لائے جونہی حضور سٹیج پر تشریف لائے جلسہ گاہ کی پوری فضا اللہ اکبر، اسلام زندہ باد حضرت خاتم الانبیاء زندہ باد حضرت مہدی معہود زندہ باد کے فلک بوس نعروں سے گونج اُٹھی چونکہ احباب ابھی

بڑی کثرت کے ساتھ تشریف لا رہے تھے اس لئے حضور نے کچھ وقت ان کا انتظار فرمایا اس عرصہ میں پہلے مکرم مولوی عبدالسلام صاحب طاہر مربی سلسلہ احمدیہ کراچی کچھ وقت قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہے اور پھر مکرم مبشر احمد صاحب آف راولپنڈی نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی نظم خوش الحانی سے سنائی۔

بعدہٗ جلسہ کی باقاعدہ کاروائی حسب پروگرام شروع ہوئی اس کا آغاز مکرم حافظ مسعود احمد صاحب آف سرگودھا نے تلاوتِ قرآنِ پاک سے کیا۔

تلاوتِ قرآن پاک کے بعد مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب نے حمدِ ربّ العٰلمین کے موضوع پر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ منظوم کلام خوش الحانی کے ساتھ پڑھ کر سنایا جس کا ایک شعر یہ ہے :-

ہیں تری پیاری نگاہیں دلبرا اک تیغ تیز
جس سے کٹ جاتا ہے جھگڑا تم اغیار کا

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا روح پرور افتتاحی خطاب

تلاوت و نظم کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے احبابِ جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا :-

اے اللہ کے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیارے کی جماعت! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ جملہ حاضرین نے اس کے جواب میں بیک آواز وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہا۔

پھر حضور نے تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد اپنے نہایت روح پرور اور ایمان افروز افتتاحی خطاب کا آغاز فرمایا حضور کے اس خطاب کا ملخص اپنے الفاظ میں درج ذیل کیا جاتا ہے۔

حضور نے فرمایا :- حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت سے بھی کہا اور دنیا کے سامنے بھی اس بات کو رکھا کہ اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اس لئے اس جماعت کا سالانہ جلسہ یا اس کے دیگر اجتماعات کو دنیوی میلوں کی طرح نہیں سمجھنا چاہیئے اس جلسہ کی غرض و غایت یہ ہے اور صرف یہ ہے کہ قرآن کریم نے اللہ تعالیٰ کی توحید خالص کو جس رنگ میں بیان کیا ہے اس کا ذکر کیا جائے خدا تعالیٰ کی ذات و صفات کے بارہ میں قرآن کریم کی تعلیم کو ایسے رنگ میں بیان کیا جائے کہ اس کی عظمت و کبریائی کا اظہار ہو۔ اُسکے جلال کے جلوے نظر آئیں اور اس کی عظمتِ شان کو دیکھ کر ایک طرف اس کی خشیت اور دوسری طرف اس کی محبت سے ہمارے قلوب معمور ہو جائیں ہم یہاں پر اس لئے اکٹھے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی توحید خالص کو قرآن کریم نے جس رنگ میں پیش کیا ہے اور پھر اس کی جو تفسیر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی اس کی ہمیں یاد دہانی ہو جائے اور ہماری نئی نسلوں کو بھی بخوبی ان کا علم ہو جائے اور ان غیر مسلموں کو بھی ان کا علم ہو جائے جو ایک فوج کی طرح لاکھوں کی تعداد میں جماعت احمدیہ کے ذریعہ دنیا کے مختلف حصوں اور علاقوں میں اسلام کو قبول کر رہے ہیں ہمارے اجتماعات میں دنیا کے مختلف ملکوں کے وہ دوست بھی شامل ہوتے ہیں جن میں سے بہت سے عیسائیت یا دہریت سے نکل کر ہمارے ذریعہ سے اسلام کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے ہیں اور وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے برکات کے سایہ تلے سکون و اطمینان حاصل کرتے ہیں ان کے کانوں میں بھی ہماری باتیں پہنچتی ہیں گو ان میں سے اکثر اردو زبان نہیں جانتے۔ لیکن مجھے یقین ہے اور میرا یہ مشاہدہ ہے کہ مثلاً آج جو باتیں میں بیان کر رہا ہوں آج کا سورج غروب نہیں ہوگا اور وہ لوگ دوسروں سے پوچھ کر ان کا علم حاصل کر لیں گے۔

حضور نے فرمایا ایک منادی نے ندار دی اور ایک پکارنے والے نے پکارا جن لوگوں نے اس کی آواز پر لبیک کہا وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور حضور کے ساتھ والہانہ پیار کی وجہ سے ہی یہاں آنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ وہ یہاں آکر بہت سے فوائد حاصل کرتے ہیں وہ نیکی اور تقویٰ کا سبق سیکھتے ہیں خدا اور اس کے رسولؐ کی باتیں سُنتے ہیں جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس جلسہ کے مقاصد میں بتایا ہے وہ آپس میں تعارف حاصل کرتے ہیں جلسہ کے ایام میں ہماری فضا اخوت و محبت کی بجلی کی لہروں سے بھری ہوئی ہوتی ہے۔ جس سے وہ مستفید ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کے قرب کی راہیں ان پہ کھولی جاتی ہیں اور وہ نفاق کی بلا سے نجات حاصل کرتے ہیں معرفت نفاق کو کھا جانے والی چیز ہے یہی وجہ ہے کہ جتنی معرفت بڑھتی ہے اتنا ہی انسان نفاق سے محفوظ ہو جاتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے کہ اس جلسہ کے ذریعہ باہمی نفاق دور کیا جائے گا۔ نفاق تو ظلمت کا نام ہے اور یہ جلسہ خدا کے نور سے سینوں کو معمور کر دیتا ہے اور جہاں نور آجائے وہاں نفاق کا اندھیرا کبھی باقی نہیں رہ سکتا۔

حضور نے فرمایا پس ہمارا یہ جلسہ آپ پر بڑی ذمہ داری عائد کرتا ہے آپ جلسہ کے ایام سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کریں اور اپنے وقتوں کو ضائع ہونے سے بچائیں۔ حقیقتاً سب سے زیادہ معمور الاوقات تو سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود تھا جن کی پاک زندگی کا ایک ایک لمحہ خدا کے لئے وقف تھا لیکن اس زمانہ کے لحاظ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں محو ہو کر اور آپؐ کے تابع اور ماتحت ہو کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی بڑے ہی معمور الاوقات تھے اللہ تعالیٰ نے الہاماً آپؑ سے وعدہ کیا کہ آپ کے وقت کو ضائع نہیں کیا جائے گا۔ پس آپ بھی اپنے اوقات کو زیادہ سے زیادہ عبادات، دعاؤں اور خدمتِ دین میں گزارنے کی کوشش کریں خدا کرے کہ آپ کو اتنا ملے اتنا ملے کہ آپ کی جھولیاں روحانی نعماء سے بھر جائیں آمین

حضور نے اس سال کے جلسہ سالانہ کے سلسلہ میں پیش آمدہ رکاوٹوں اور مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:- اس دفعہ بہت سی روکیں حائل تھیں ہم نے بعض ضرورتوں اور حکومتِ وقت کی خواہش کو سمجھتے ہوئے اپنے جلسہ کی تاریخیں بدلیں اور ایسے وقت میں یہ جلسہ کیا جبکہ سکول اور کالج وغیرہ کھلے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے بچوں اور نوجوانوں کے لئے آنا مشکل تھا پھر جہاں تک راستوں کا سوال ہے ہمارے دوست اس دفعہ بڑی تکلیفیں اُٹھا کر یہاں پہنچے ہیں۔ لیکن جب آپ منزلِ مقصود تک پہنچ گئے اور جب آپ کو منزل مل گئی تو پھر راہ کے کانٹوں کا کیا شکوہ؟ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ شاید ان روکوں کی وجہ سے جلسہ میں شامل ہونے والوں کی تعداد کم ہو جائے گی۔ مگر آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ وہ کانٹے جو راہوں میں بچھے ہو سکتے انہوں نے آنے والوں کے قدموں کو روکا نہیں بلکہ اور بھی زیادہ تیز کر دیا ہے پس جن راہوں کے کانٹوں نے ہماری رفتار کو پہلے سے بھی زیادہ تیز کر دیا ہے۔ ہم تو شکوہ کرنے کی بجائے ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں انہوں نے ہمیں اپنی زندگی کا ثبوت دینے کا ایک اور موقع بہم پہنچایا ہے۔ وہ تو خدا اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ہماری محبت و عقیدت کے اظہار کا ایک ذریعہ ثابت ہوئے ہیں

آخر میں حضور نے فرمایا اب ہم اجتماعی دعا کریں گے ہماری یہ دعا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس جلسہ میں شامل ہونے والوں کے لئے جو دعائیں کی ہیں ہم سب کے حق میں اللہ تعالیٰ انہیں قبول کرے وہ آسمان سے فرشتے نازل کر کے ہماری نصرت فرمائے تا اسلام کا قافلہ شاہراہ غلبۂ اسلام پر آگے ہی آگے بڑھتا چلا جائے ہماری عقلوں کو پہلے سے زیادہ جلا اور نور حاصل ہو کائنات کو سمجھنے اور خدائی فضلوں کا مشاہدہ کرنے کے بعد خدا کا جس قدر پیار حاصل ہونا چاہیئے وہ سب ہمیں حاصل ہو خدا کی رحمتیں ہم پہ اس قدر ہوں کہ باقی ہر چیز کو اور خود اپنے آپ کو بھی ہم لاشئے محض سمجھیں اور خدا ہی خدا ہم پر حاوی ہو جائے خدا تعالیٰ آپ سب کو اس جلسہ کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ روحانی خزائن حاصل کرنے کی توفیق دے اور ہر احمدی خواہ وہ کہیں بھی ہو ہمیشہ خدا کی حفاظت میں رہے اور فرشتے اس کی رہبری کرنے والے ہوں آمین۔

اس روح پرور افتتاحی خطاب کے بعد حضور نے لمبی اور پُرسوز اجتماعی دُعا کرائی جس میں جملہ حاضرینِ جلسہ نے شریک ہونے کی سعادت حاصل کی دس بج کر پانچ منٹ پر اجتماعی دُعا ختم ہوئی جس کے بعد حضور نے سٹیج کی بائیں جانب تشریف لے جا کر غانا، نائیجیریا، انڈونیشیا اور بعض دیگر بیرونی ممالک کی احمدی جماعتوں کے ان مندوبین کو مصافحہ اور معانقہ کا شرف عطا فرمایا جو اس جلسہ میں شامل ہونے کے لئے تشریف لائے ہیں اس کے بعد حضور بذریعہ موٹر کار نعرہ ہائے تکبیر کے درمیان جلسہ گاہ سے واپس تشریف لے گئے حضور کے تشریف لے جانے کے بعد جلسہ کی کاروائی پروگرام کے مطابق جاری رہی۔

دوسرے روز کا اہم خطاب

جلسہ کے دوسرے روز حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نہایت بصیرت افروز خطاب میں، غلبۂ اسلام کی مہم کے سلسلہ میں جماعتِ احمدیہ کی کامیاب جدوجہد اور اس کے شیریں ثمرات اور خوشکن نتائج پہ روشنی ڈالی اور بتایا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ جماعتی حقیر قربانیوں کو قبولیت کا شرف بخشتے ہوئے ان کے غیر معمولی طور پہ نہایت

عظیم الشان نتائج پیدا کر رہا ہے اور ہمیں اپنی بے پایاں برکتوں اور رحمتوں سے نواز رہا ہے حضور نے فرمایا کہ آج سے ۸۶ سال قبل قادیان کی سرزمین سے جو اکیلی آواز بلند ہوئی تھی آج وہ آواز زمین کے کناروں تک پہنچ چکی ہے اور اس کے ذریعہ غلبہ اسلام کا جو آسمانی منصوبہ شروع کیا گیا تھا۔ وہ نہایت کامیابی کے ساتھ اور تدریجی طور پر ترقی کرتے ہوئے پوری دنیا پر محیط ہو چکا ہے حضور نے فرمایا میں علی وجہ البصیرت یہ کہہ سکتا ہوں کہ اس آسمانی منصوبہ کے شروع ہونے کے بعد دنیا کے پردہ پر انسانی زندگی میں انقلاب بپا کرنے والا جو بھی واقعہ رونما ہوتا ہے اس کا کسی نہ کسی پہلو سے ضرور اس آسمانی تدبیر کے ساتھ تعلق ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے اذن سے غلبۂ اسلام کے لئے مہدی معہود کے ذریعہ شروع کی گئی ہے۔ حضور کے اس بصیرت افروز خطاب کے دوران جلسہ کی فضا بار بار اللہ اکبر اسلام زندہ باد حضرت خاتم الانبیاء زندہ باد احمدیت زندہ باد اور حضرت خلیفۃ المسیح زندہ باد کے پُرجوش اور فلک بوس نعروں سے گونجتی رہی اور ہر مخلص احمدی یہ محسوس کرتا رہا کہ حضور کی زبان مبارک سے نکلنے والا ایک ایک لفظ اس کی معرفت اس کے ایمان اور غلبۂ اسلام کے لئے آسمانی منصوبہ کی کامیابی پر اس کے یقین میں غیر معمولی طور پر بہت اضافہ کرنے کا موجب بن رہا ہے۔ الحمد للہ۔

جلسہ کے تیسرے دن کی پر معارف تقریر

جلسہ کے تیسرے روز حضور کی تقریر نہایت اہم علمی اور دینی معارف و نکات پر مشتمل تھی جس کا لفظ لفظ الہام کامل یعنی قرآن کریم کی برتری اس کی اہمیت اور عظمت شان اور اس کے ساتھ والہانہ عقیدت و محبت اور اس کے بے مثل و مانند ہونے پر کامل اور محکم یقین کا مظہر تھا حضور نے اپنی اس قرآنی حقائق و معارف سے پُر تقریر میں بتایا کہ دنیا کا جو حصہ اس وقت علم و سائنس میں ترقی کی بنا پر اپنے آپ کو بڑا عقلمند اور دوسروں کو حقیر تصور کرتا ہے درحقیقت وہ نور الہام کی روشنی سے محروم ہونے اور مجرد عقل پر انحصار کرنے کی وجہ سے ظلمات کی بھول بھلیوں میں بھٹک رہا ہے یہ صرف قرآن عظیم ہی ہے جو انسان کو انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ہر شعبہ اور دائرے میں بھٹکنے سے بچاتا ہے اور اس کی صحیح راہنمائی کرتا ہے اس سلسلہ میں حضور نے سیدنا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پر معارف تحریروں میں سے چند اقتباسات پڑھ کر سنائے اور پھر بتایا کہ میں یہ بات اپنی جماعت کے تمام افراد کے دلوں میں راسخ کرنا چاہتا ہوں کہ اگر ہم قرآن کریم کو پختگی کے ساتھ پکڑے رہیں، اس پر غور کریں اس سے راہنمائی حاصل کر کے اس پر عمل بھی کریں تو نہ صرف یہ کہ ہم اسلام کے خلاف ہونے والے تمام حملوں کا کامیاب دفاع کر سکتے ہیں بلکہ ہمیں ایسا نور فراست حاصل ہو جائے گا جس کے ذریعہ ہم سائنس اور عقل پر بھروسہ کرنے والوں پر ان کے عقلی نتائج کا بودا پن بھی ثابت کر سکتے ہیں۔ حضور نے فرمایا اسلام سے اور قرآن سے بھٹکی ہوئی دنیا کو خدا کی طرف واپس لانا آج جماعت احمدیہ کا کام ہے ہمارے اردگرد جو شور بپا ہے ہمیں اس کی طرف مطلق توجہ نہ دینی چاہئے اور خدا پر توکل کرتے ہوئے اپنی تمام صلاحیتوں کو غلبۂ اسلام کی آسمانی مہم کے لئے وقف کر دینا چاہئے اور راہ کے کانٹوں کی پرواہ کئے بغیر اپنے مقصد کے حصول کے لئے آگے ہی آگے بڑھتے چلے جانا چاہئے اور اس کے ساتھ ہی عاجزانہ طور پر دعاؤں میں مصروف رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ دنیا کو قرآن کی طرف آنے کی ہدایت دے ہمیں خصوصیت کے ساتھ اپنے ملک کے لئے بھی دعائیں کرنی چاہئیں کہ اللہ تعالیٰ اس کی ترقی اور استحکام کے سامان پیدا کرے یہاں انصاف، رواداری اور باہمی ہمدردی کا ماحول پیدا ہو اور ہمیں اللہ تعالیٰ محبت اور پیار کے ساتھ سب کی خدمت کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

خواتین کے جلسہ میں حضور کا خطاب

۱۱ر فتح کی دوپہر کو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے احمدی خواتین کے جلسہ سالانہ میں بھی جس میں غیر معمولی طور پر بڑی کثرت سے خواتین شامل ہوئیں تقریر فرمائی اس تقریر میں حضور نے فرمایا کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی بنیادی اینٹ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے۔ اور اس کی غرض یہ تھی کہ دنیا میں اسلام کو غالب کیا جائے یہ اہم دینی مہم اللہ تعالیٰ کے اذن سے گزشتہ ۸۶ سال سے جاری ہے اور برابر ترقی پذیر ہے۔ حتیٰ کہ اب دنیا کا کوئی خطہ ایسا نہیں جہاں احمدی نہ ہوں لیکن اس کام کو پوری کامیابی تک پہنچانے کے لئے ضروری ہے کہ احمدی مردوں کی طرح احمدی خواتین بھی اپنی دینی

ذمہ داریوں کو سمجھیں اور انہیں ادا کریں۔ قرآن کہتا ہے کہ اگر تم ایمان کے تقاضوں کو پورا کرو گے تو تم انتم الاعلون ہو جاؤ گے خدا کے پیار کے حصول کا راستہ مردوں کی طرح عورتوں کے لئے بھی کھلا ہے ایک قریب کا راستہ یہ ہے کہ تم قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کریں اور اس کی جنت کو حاصل کریں دوسرا راستہ بڑا سخت ہے۔ وہ جہنم کی آگ میں سے گذر کر حاصل ہوتا ہے تمہاری کوشش یہ ہونی چاہیے کہ تم قریب کا راستہ اختیار کرو قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کرو اور اس طرح اپنی ذمہ داریوں کو ادا کر کے خدا کی رضا کی جنت کو حاصل کرو خدا تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق بخشے آمین۔

پُرسوز اجتماعی دعا

۱۲ر دسمبر کو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نہایت روح پرور تقریر کے بعد جو ڈیڑھ گھنٹہ تک جاری رہی لمبی پُرسوز اجتماعی دعا کرائی دعا سے قبل حضور نے فرمایا۔

ہم دعا کرتے ہیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمارے اس جلسہ گاہ کو اپنے فضل سے احمدیوں سے بھر دیا ہے۔ اسی طرح ہمارے گھروں کو بھی اپنی برکتوں سے پُر فرما دے کہنے والے کہتے تھے کہ روکوں کی وجہ سے لوگ اب کے جلسہ میں کم آئیں گے۔ لیکن آج ہر ایک شخص دیکھ سکتا ہے کہ یہاں کتنے لوگ موجود ہیں میری یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ساری ہی دعاؤں کا آپ کو وارث بنائے آپ کے سینوں میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کی محبت سمندر کی طرح موجزن ہے خدا تعالیٰ ہمارے نوجوانوں کے ذہنوں کو

جلا بخشے اور ان کی زندگیوں میں اس کے پیار کے جلوے ظاہر ہوں ہمارے جو بھائی دنیا کے مختلف ملکوں میں اسلام کی تبلیغ میں مصروف ہیں خدا تعالیٰ ان کی زبانوں میں تاثیر پیدا کرے۔ ہمارے جو غیر ملکی بھائی مختلف ممالک سے جلسہ میں شامل ہونے کے لئے یہاں آئے ہیں خدا تعالیٰ ان کے سفر کے ایک ایک قدم میں اس قدر برکتیں بکھیر دے کہ ان کے لئے انہیں سمیٹنا مشکل ہو جائے ہمارے جو بھائی مختلف مجبوریوں کی وجہ سے یہاں نہیں آ سکے حالانکہ ان کے دل یہاں آنے کے لئے تڑپ رہے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں جلسہ کی برکتوں میں حصہ دار بنائے جو دوست اپنے مریضوں کو چھوڑ کر یہاں آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے مریضوں کو شفا دے جنہیں کوئی اور پریشانیاں حائل ہیں خدا ان کی پریشانیاں دور کرے اور اگر کسی کے لئے کوئی امتحان اور ابتلاء درپیش ہے تو خدا تعالیٰ انہیں استقامت عطا فرمائے خدا تعالیٰ ہماری آئندہ نسلوں کو اسلام کے ساتھ اس طرح چمٹے رہنے کی توفیق دے جس طرح بچہ اپنی ماں کی چھاتی سے چمٹا رہتا ہے (حضور نے اس سلسلہ میں اپنی افتتاحی تقریر (فرمودہ ۱۰ر دسمبر) کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ بعض اخبارات نے اس کی غلط رپورٹنگ کی ہے میں نے ہرگز یہ نہیں کہا تھا کہ دنیا کی کوئی طاقت ہمیں کافر قرار نہیں دے سکتی کا فر تو ہمیں ایک شخص بھی قرار دے سکتا ہے اور دنیا کی ساری طاقتیں مل کر بھی یہ کہہ سکتی ہیں میں نے تو یہ کہا تھا کہ دنیا کی کوئی طاقت ہمیں اسلام سے پرے نہیں ہٹا سکتی اسلام ہی تو ہمارا سب کچھ ہے اسلام کو چھوڑ کر ہم نے زندہ رہ کر ہی کیا کرنا ہے) حضور نے فرمایا پھر ہمیں یہ دعا بھی کرنی

دعائے مغفرت

قادیان ۲۳ر دسمبر ہفتہ زیر اشاعت ربوہ سے یہ افسوسناک اطلاع موصول ہوئی کہ مکرم محترم قریشی عطاء الرحمٰن صاحب ناظر بیت المال خرچ و مینیجر اخبار بدر کی بیٹی محترمہ امۃ العزیز اختر اہلیہ مکرم شریف احمد صاحب ہاشمی آف اسلام آباد مورخہ ۱۱/۱۲/۷۶ کو دو بجے دوپہر ہارٹ اٹیک سے اسلام آباد میں وفات پا گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔

چونکہ مرحومہ موصیہ تھیں اس لئے جنازہ ربوہ لایا گیا اور اگلے روز ۱۲/۱۲/۷۶ کو تین بجے دوپہر بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین عمل میں آئی۔

ادارہ بدر اس موقعہ پر محترمی قریشی صاحب موصوف اور مرحومہ کے اکلوتے بھائی مقیم انگلستان سے دلی تعزیت کرتے ہوئے دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کے درجات بلند فرمائے آمین۔ جنت الفردوس میں اپنے قرب خاص میں جگہ دے اور محترم قریشی صاحب اور آپ کے بیٹے عزیز مطیع الرحمٰن سلمہ کو صبر جمیل کی توفیق دے آمین۔

(ایڈیٹر بدر)

چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ ساری دنیا کی نوجوان نسل کو اسلام کے جھنڈے تلے جمع کر دے اور دنیوی اقوام دین میں بھی ترقی کریں اور اپنی عقلوں کو الہام کامل کی روشنی میں استعمال کرنے کی توفیق پائیں۔ پھر فرمایا یہ دعا بھی ہے کہ جو دوست احمدی نہیں ہیں مگر اپنی ڈیوٹی کے سلسلہ میں یا اپنے احمدی دوستوں کے ساتھ اس جلسہ میں شامل ہوئے ہیں خدا تعالیٰ انہیں بھی اپنی رحمتوں سے نوازے اور اس جلسہ کی فضا اور ماحول جن برکتوں سے معمور رہی ان سے انہیں بھی حصّہ دے اور پہلے سے بھی زیادہ خدائی فضلوں کے حصول کے قابل ہو جائیں۔

ان نہایت جامع دعائیہ فقرات کے بعد حضور نے لمبی پُرسوز اجتماعی دعا کرائی (۱) اس اجتماعی دعا کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جماعت احمدیہ کا چوراسی وان نہایت بابرکت جلسہ بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا الحمدللہ۔

بیرونی ممالک سے آنے والے مہمان

مختلف قسم کی رکاوٹوں کے باوجود مندرجہ ذیل بیرونی ممالک کی احمدی جماعتوں کے وفود یا نمائندگان کو جماعتی نظام کے تحت جلسہ میں شامل ہونے کی توفیق حاصل ہوئی۔

امریکہ۔ ہالینڈ۔ انگلینڈ۔ سپین۔ ماریشس۔ انڈونیشیا۔ سیرالیون۔ نائیجیریا۔ غانا۔ بنگلہ دیش۔ کینیا۔

مختلف بیرونی ممالک کے باشندوں پر مشتمل جو احمدی احباب اور خواتین اپنی اپنی جماعتوں کے نمائندوں کے طور پر جلسہ سالانہ میں شامل ہوئے اور جماعتی نظام کے تحت قیام پذیر رہے ان کی فہرست درج ذیل کی جاتی ہے۔ مگر ان کے علاوہ بہت بڑی تعداد میں ایسے پاکستانی احباب بھی تھے جو اپنے طور پر مختلف ممالک سے آ کر جلسہ میں شامل ہوئے۔

امریکہ:- (۱) محترمہ مسز لینڈا فوسٹر صاحبہ (۲) برادر محمد موسیٰ صاحب (۳) برادر عثمان غزالی ابراہیم صاحب (۴) محترمہ مسز عطیہ السعید ابن ماجہ (۵) مسز فلورنس براقیل صاحبہ (۶) مسز عائشہ شہید صاحبہ (۷) برادر یحییٰ ایے غنی صاحب (۸) مسز مریم رفیقہ ظفر صاحبہ (۹) مسز ایلس جے روبنس (۱۰) الحاج محمد صادق صاحب (۱۱) برادر بیدہل برٹن صاحب (۱۲) برادر عبدالرحیم ظفر صاحب (۱۳) برادر ڈورلیس جانی مرسری صاحب (۱۴) برادر مشتاق احمد مہاروی (۱۵) برادر جون وسیم صاحب۔

ماریشس:-

(۱) مسٹر اسمٰعیل بورہ بتر صاحب (۲) مسٹر شریف احمد تاجو صاحب (۳) مسز حسینہ بیگم کالو صاحبہ (۴) مسٹر ابوبکر خان صاحب (۵) مسٹر ابوطالب کالو صاحب (۶) مسٹر محمد حنیف روشن علی بھنو صاحب (۷) محمود احمد تاجو صاحب (۸) مشتاق احمد جواہر صاحب

انڈونیشیا:-

(۱) مسٹر سیف الانوار صاحب (۲) مسز روزلیہ صاحبہ (۳) مکرم آر ڈی او جے احمد کنیاسی صاحب (۴) مکرم الکرام سٹرلیف صاحب (۵) محترمہ اہلیہ صاحبہ مکرم الکرام شریف صاحب (۶) مکرم زین العزیز صاحب (۷) مکرم ارگا دیرا کھا صاحب

گھانا:-

(۱) مکرم یعقوب جبریل عیسیٰ صاحب (۲) مکرم یعقوب ابراہیم صاحب (۳) مکرم اگیتی کواکو جبریل صاحب

ہالینڈ:-

مکرم عبدالحمید صاحب وان ڈر ویلڈن

سپین:-

مکرم عبدالرحمٰن کلے مینٹے صاحب

بنگلہ دیش:-

(۱) مکرم جی احمد خان صاحب (۲) مکرم مہر ربنو صاحب

نائیجیریا:-

(۱) مکرم ظفر اللہ الیاس صاحب (۲) جناب عبدالقادر ناجو صاحب (۳) عبدالواسع صاحب (۴) مبارک احمد صاحب کوکوئی (یہ بچہ ربوہ کی حافظ کلاس میں داخل ہو کر قرآن پاک حفظ کرنے کے لئے آیا ہے۔)

سیرالیون:- الحاج پیرامادو شیخ کمانگا صاحب

ہمارا خدا واحد و یگانہ ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں قرآن ہماری کتاب اور اسلام ہمارا مذہب ہے

خطبہ جمعہ میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے

—جماعت احمدیہ کے عقائد کا اعلان—

ربوہ ۱۰ ارفتح (۱۰ دسمبر) آج بروز جمعۃ المبارک سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے نماز جمعہ جلسہ سالانہ کی مبارک تقریب کے پیش نظر جلسہ گاہ میں تشریف لے جا کر پڑھائی اور اس طرح جلسہ میں شرکت کی سعادت حاصل کرنے والے ان ہزارہا احباب جو پاکستان اور بہت سے بیرونی ممالک سے جلسہ میں شرکت کی غرض سے اپنے مرکز میں جمع ہوئے ہیں حضور کی اقتداء میں نماز جمعہ و نماز عصر جمع کر کے پڑھنے کی توفیق حاصل ہوئی۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ ڈیڑھ بجے دوپہر بذریعہ کار نماز جمعہ کے لئے جلسہ گاہ کی سٹیج پر تشریف لائے ممتاز حسین صاحب امتیاز نے دوسری اذان دی جس کے بعد حضور نے ایک نہایت ایمان افروز خطبہ ارشاد فرمایا! جس کا خلاصہ اپنے الفاظ میں درج ذیل کیا جاتا ہے:-

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے تشہد و تعوذ اور سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص تلاوت فرمائی اور پھر فرمایا کہ جلسہ سالانہ کے موقع پر اگر جمعہ کا دن آئے تو تقاریر کے پروگرام کی وجہ سے خطبہ جمعہ مختصر کرنا پڑتا ہے اس لئے آج میں مختصر خطبہ دوں گا۔

حضور نے فرمایا آج میں اپنے خطبہ جمعہ میں سورۂ اخلاص کی روشنی میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جماعت احمدیہ کے کیا عقائد ہیں جن پر وہ ایمان لاتی ہے اور جو اس کے مذہب پر مشتمل ہیں۔ ہم اس اللہ پر ایمان لاتے ہیں۔ جسے اسلام نے پیش کیا۔ خدا تعالیٰ کی ذات و صفات کے بارہ میں اس چھوٹی سی سورۃ میں ہی بڑا علم بھرا ہوا ہے اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ خدا اَحَد ہے۔ وہ اکیلا ہے یعنی اس جیسا اور کوئی وجود نہیں ہے وہ خالق بھی ہے یعنی اس کے علاوہ اس عالمین کی ہر چیز اس کی مخلوق ہے ہم اس اکیلے خدا پر ایمان لاتے ہیں جس کی صفات کی معرفت ہمیں قرآن کریم کے ذریعے حاصل ہوتی ہے وہ اپنی ذات میں غنی ہے یعنی اپنے وجود اور اپنی صفات کے اظہار کے لئے وہ کسی کا محتاج نہیں اللہ کے سوا باقی ہر چیز اپنے وجود کے لئے بھی اور اپنے قیام کے لئے بھی اسی کی محتاج ہے اس کی یہ صفت ازلی ابدی ہے یعنی وہ بالا سے زمان و مکان ہے ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اسے کسی کی احتیاج نہیں اس کی صفات میں کوئی شریک نہیں ہم اسی اللہ پر ایمان لاتے ہیں اسی کے سوا ہم کسی غیر کا دروازہ نہیں کھٹکھٹاتے نہ ہی قبروں پر جا کر ان کی پرستش کرتے ہیں ہمارے اسی اللہ نے فرمایا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرا محبوب ہے تم اگر میرا پیار حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس کی اتباع کرو یہی وجہ ہے کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہائی محبت کرتے ہیں ایسی محبت اور ایسا عشق جو نہ کسی انسان نے دوسرے انسان سے کیا اور نہ وہ کر سکتا ہے ہمارے اسی خدا نے فرمایا کہ جو کلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا وہ ہر لحاظ سے کامل و مکمل شریعت کا حامل ہے قیامت تک کے لئے انتہائی مشکل مسائل کا حل بھی صرف اسی کلام کے ذریعہ نکل سکتا ہے یہ ایک ایسی صداقت ہے کہ دنیا کو اگر آج نہیں تو کل ضرور اسے تسلیم کرنا پڑے گا۔

حضور نے فرمایا مذہب کا ایک حصّہ فقہ ہے ہمارا عقیدہ ہے کہ ہمارا فقہ حنفی فقہ ہے البتہ اگر کسی فقہی مسئلہ پر جماعت احمدیہ کا اپنا اجتہاد ہو گا تو پھر حنفی فقہ سے اختلاف کریں گے لیکن جہاں ہمارا اجتہاد نہیں ہے وہاں ہم حنفی فقہ کے تابع ہیں اس پر اعتراض بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ تمام فقہا اس امر پر متفق ہیں کہ فقہی مسائل میں اختلاف ہو سکتا ہے۔ اسلام کا جو نور اس زمانہ میں ہم نے مہدی معہود (علیہ السلام) کے ذریعہ حاصل کیا اس کی بنا پر ہمارا یہ حق ہے کہ ہم اجتہاد سے کام لیں۔

پس ہمارا خدا واحد و یگانہ ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے رسول ہیں اور آپ خاتم الانبیاء ہیں۔ قرآن عظیم ہماری کتاب ہدایت نامہ ہے۔ اور اسلام ہمارا مذہب ہے یہ ہے ہمارا عقیدہ اگر کوئی اور ہمارا عقیدہ کیا سمجھتا ہے اسے ہم حوالہ بخدا کرتے ہیں بہرحال ہمارا جو عقیدہ ہے اس کا ہم اعلان کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے کوئی ہمیں اسلام سے اور قرآن کریم اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق سے الگ نہیں کر سکتا ہم اپنی آئندہ نسلوں کو بھی اس عقیدہ پر قائم رکھنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ اور ان میں سے کسی کو کبھی سرِ مو انحراف کرنے کی اجازت نہ دیں گے اور اگر کہیں کوئی کمزوری ہو تو اللہ تعالیٰ سے معافی کی توفیق چاہیں گے ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے خادم ہیں ہم نے قرآن کریم کی عظمت کے قیام کا بیڑا اُٹھایا ہے خدا کرے کہ وہ دن جلد آئیں جبکہ دنیا کے خطے خطے پر اور کونے کونے پر اسلام کا جھنڈا لہرا رہا ہو۔ اور ہم نوع انسان کے دل پیار کے ساتھ جیت کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں لا ڈالیں۔

—بقیہ—

(الفضل ربوہ)

منارۃ المسیح کی جسمانی و روحانی، تاریخی اور واقعاتی عظمت و اہمیت

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد ——— (الہام حضرت مسیح موعودؑ)

از محترم مولانا عبدالحق صاحب مبلغ شاہ جہان پور (یوپی)

اللہ تعالیٰ سے علم پاکر سید الاولین والآخرین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعودؑ کی یہ پُر عظمت علامت بھی بتائی تھی کہ

اِذْ بَعَثَ اللّٰهُ تَعَالٰى الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ فَيَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ الشَّرْقِيِّ دِمَشْقَ (مسلم)

یعنی جب اللہ تعالیٰ مسیح موعود علیہ السلام کو بھیجے گا تو وہ نزول فرمائیں گے دمشق سے شرقی سفید منارے کے پاس اس حدیث نبویؐ کی نہایت پُر عظمت تشریح کرتے ہوئے خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

خارق عادت ترقی

"یہ عجیب خدا تعالیٰ کی قدرت ہے کہ پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں نے بہت زور مارا کہ ہمارا سلسلہ ٹوٹ جائے اور درہم برہم ہو جائے۔ لیکن جوں جوں وہ بیخکنی کے لئے کوشش کرتے گئے اور بھی ترقی ہوتی گئی اور ایک خارق عادت طور پر یہ سلسلہ اس ملک میں پھیل گیا۔ سو یہ ایسا امر ہے کہ ان کے لئے جو آنکھیں رکھتے ہیں ایک نشان ہے اگر یہ انسان کا کاروبار ہوتا تو ان مولویوں کی کوششوں سے کب کا نابود ہو جاتا مگر چونکہ یہ خدا کا کاروبار ہے۔ اور اس کے ہاتھ سے تھا اس لئے انسانی مزاحمت اس کو روک نہیں۔ اب اس مسجد کی تکمیل کے لئے ایک اور تجویز قرار پائی ہے اور وہ یہ ہے کہ مسجد کی شرقی طرف جیسا کہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء ہے ایک نہایت اونچا منارہ بنایا جائے اور وہ منارہ تین کاموں کیلئے مخصوص ہو۔

منارہ کے تین کام

اوّل یہ کہ تا مؤذن اس پر چڑھ کر پنج وقت بانگ نماز دیا کرے اور تا خدا کے پاک نام کی اونچی آواز سے دن میں پانچ دفعہ تبلیغ ہو اور تا مختصر لفظوں میں پنجوقت ہماری طرف سے انسانوں کو یہ ندا کی جائے کہ وہ ازلی اور ابدی خدا جس کی تمام انسانوں کو پرستش کرنی چاہیئے صرف وہی خدا ہے جس کی طرف اس کا برگزیدہ اور پاک رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم راہنمائی کرتا ہے اس کے سوا نہ زمین میں نہ آسمان میں اور کوئی خدا ہے۔

دوسرا مطلب اس منارہ سے یہ ہوگا کہ اس منارہ کی دیوار کے کسی بہت اونچے حصے پر ایک بڑا لالٹین نصب کر دیا جائے... ... یہ روشنی انسانوں کی آنکھیں روشن کرنے کے لئے دور دور جائے گی۔

تیسرا مطلب اس منارہ سے یہ ہوگا اس منارہ کی دیوار کے کسی اونچے حصے پر ایک بڑا گھنٹہ .... نصب کر دیا جائے گا۔ تا انسان اپنے وقت کو پہچانیں اور انسانوں کو وقت شناسی کی طرف توجہ ہو

تین حقیقتیں

یہ تینوں کام جو اس منارہ کے ذریعہ سے جاری ہونگے۔ ان کے اندر تین حقیقتیں ہیں اوّل یہ کہ بانگ جو پانچ وقت اونچی آواز سے لوگوں کو پہنچائی جائے گی۔ اس کے نیچے یہ حقیقت مخفی ہے کہ اب واقعی طور پر وقت آگیا ہے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی آواز ہر ایک کان تک پہنچے یعنی اب وقت خود بولتا ہے کہ اس ازلی ابدی زندہ خدا کے سوا جس کی طرف پاک رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے راہنمائی کی ہے اور سب خدا جو بنائے گئے ہیں۔ باطل ہیں۔ کیوں باطل ہیں اس لئے کہ ان کے ماننے والے کوئی برکت ان سے پا نہیں سکتے کوئی نشان دکھا نہیں سکتے۔

دوسرے وہ لالٹین جو اس منارہ کی دیوار میں نصب کی جائے گی اس کے نیچے حقیقت یہ ہے کہ تا لوگ معلوم کریں کہ آسمانی روشنی کا زمانہ آگیا ہے۔ اور جیسا کہ زمین نے اپنی ایجادوں میں قدم آگے بڑھایا ایسا ہی آسمان نے بھی چاہا کہ اپنے نوروں کو بہت صفائی سے ظاہر کرے۔ تا حقیقت کے طالبوں کے لئے پھر تازگی کے دن آئیں اور ہر ایک آنکھ جو دیکھ سکتی ہے آسمانی روشنی کو دیکھے اور اس روشنی کے ذریعہ سے غلطیوں سے بچ جائے۔

> "یہ منارہ مسیح موعودؑ کے احقاق حق اور حرفِ ہمت اور اتمامِ حجت اور اعلائے ملت کی جسمانی طور پر تصویر ہے"
> (مسیح موعودؑ)

تیسرے وہ گھنٹہ جو اس منارہ کے کسی حصہ دیوار پر نصب کرایا جائے گا۔ اس کے نیچے یہ حقیقت مخفی ہے کہ تا لوگ اپنے وقت کو پہچان لیں۔ یعنی سمجھ لیں کہ آسمان کے دروازوں کے کھلنے کا وقت آگیا۔ اب سے زمینی جہاد بند کئے گئے۔ اور لڑائیوں کا خاتمہ کیا گیا۔ جیسا کہ حدیثوں میں پہلے لکھا گیا تھا کہ جب مسیح موعود آئے گا۔ تو دین کے لئے لڑنا حرام کیا جائے گا.... صحیح بخاری کھولو اور اس حدیث کو پڑھو کہ جو مسیح موعودؑ کے حق میں ہے۔ یعنی يَضَعُ الْحَرْبَ جس کے یہ معنی ہیں کہ جب مسیح موعود آئے گا تو جہادی لڑائیوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ سو مسیح آچکا اور یہی ہے جو تم سے بول رہا ہے۔

منارۃ بیضاء

غرض حدیث نبویؐ میں جو مسیح موعود کی نسبت لکھا گیا ہے کہ وہ منارہ بیضاء کے پاس نازل ہوگا۔ اس سے یہی غرض تھی کہ مسیح موعود کے وقت کا یہ نشان ہے کہ اس وقت بباعث دنیا کے باہمی میل جول کے اور نیز راہوں کے کھلنے اور سہولت ملاقات کی وجہ سے تبلیغ احکام اور دینی روشنی پہنچانا اور ندا کرنا ایسا سہل ہوگیا کہ گویا یہ شخص منارہ پر کھڑا ہے۔ یہ اشارہ ریل اور تار اور اگن بوٹ اور انتظام ڈاک کی طرف تھا۔ جس نے تمام دنیا کو ایک شہر کی مانند کر دیا غرض مسیح کے زمانہ کے لئے منارہ کے لفظ میں یہ اشارہ ہے کہ اس کی روشنی اور آواز جلد تر دنیا میں پھیلے گی اور یہ باتیں کسی اور نبی کو میسّر نہیں آئیں"۔ (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۸)

نزول مسیح کا مقام

بعض احادیث میں پایا جاتا ہے کہ دمشق کے شرقی طرف کوئی منارہ ہے جس کے قریب مسیح کا نزول ہوگا۔ سو یہ حدیث ہمارے مطلب سے کچھ منافی نہیں ہے کیونکہ ہم کئی دفعہ بیان کر چکے ہیں کہ ہمارا یہ گاؤں جس کا نام قادیان ہے اور ہماری یہ مسجد جس کے قریب منارہ تیار ہوگا دمشق کے شرقی طرف ہی واقع ہے۔ حدیث میں اس بات کی تصریح نہیں کہ وہ منارہ دمشق سے ملحق اور اس کی ایک جزو ہوگا۔

مسجد اقصیٰ

بلکہ اس کی شرقی طرف واقع ہوگا۔ پھر دوسری حدیث میں اس بات کی تصریح ہے کہ مسجد اقصیٰ کے قریب مسیح کا نزول ہوگا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ منارہ بھی مسجد اقصیٰ کا منارہ ہے اور دمشق کا ذکر اس غرض کے لئے ہے جو ہم ابھی بیان کر چکے ہیں اور مسجد اقصیٰ سے مراد اس جگہ یروشلم کی مسجد نہیں ہے بلکہ مسیح موعودؑ کی مسجد ہے۔ جو باعتبار بُعد زمانہ کے خدا کے نزدیک مسجد اقصیٰ ہے اس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے کہ جس مسجد کو مسیح موعود بنا کرے وہ اس لائق ہے کہ اس کو مسجد اقصیٰ کہا جائے جس کے معنی ہیں۔ مسجد اَبْعَد کیونکہ جبکہ مسیح موعود کا وجود اسلام کے لئے ایک انتہائی دیوار ہے۔ اور مقرر ہے کہ وہ آخری زمانہ میں اور بعید تر حصۂ دنیا میں آسمانی برکات کے ساتھ نازل ہوگا۔ اس لئے ہر ایک مسلمان کو یہ ماننا پڑتا ہے کہ مسیح موعودؑ کی مسجد مسجد اقصیٰ ہے۔ کیونکہ اسلامی زمانہ کا خط ممتد جو ہے اس کے انتہائی نقطہ پر مسیح موعود کا وجود ہے۔ لہٰذا مسیح موعود کی مسجد پہلے زمانہ سے جو صدر اسلام ہے بہت ہی بعید ہے۔ سو اس وجہ سے مسجد اقصیٰ کہلانے کے لائق ہے۔ اور اس مسجد کا منارہ اس لائق ہے کہ تمام میناروں سے اونچا ہو۔

جسمانی تصویر

کیونکہ یہ منارہ مسیح موعود کے احقاق حق اور حرفِ ہمت اور اتمامِ حجت اور اعلائے ملت کی جسمانی طور پر تصویر ہے۔ پس جیسا کہ اسلامی سچائی مسیح موعودؑ کے ہاتھ سے اعلیٰ درجہ کے ارتفاع تک پہنچ گئی ہے۔ اور مسیح کی ہمت ثریا سے ایمان گم گشتہ کو واپس لا رہی ہے۔ اس کے مطابق یہ مینار بھی روحانی امور کی عظمت بیان کر رہا ہے وہ آواز جو دنیا کے ہر چہار گوشہ میں پہنچائی جائیگی وہ روحانی طور پر بڑے اونچے مینار

کو چاہتی ہے۔"

(حاشیہ خطبہ الہامیہ صفحہ ۲۰)

دمشق کی تشریح

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک دوسرے مقام پر لفظ دمشق کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

" واضح ہو کہ دمشق کے لفظ کی تعبیر میں میرے پر منجانب اللہ یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اس جگہ ایسے قصبہ کا نام دمشق رکھا گیا ہے جس میں ایسے لوگ رہتے ہیں جو یزیدی الطبع اور یزید پلید کی عادات اور خیالات کے پیرو ہیں۔ جن کے دلوں میں اللہ اور رسول کی کچھ محبت نہیں اور احکام الٰہی کی کچھ عظمت نہیں .... مجھ پر یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ دمشق کے لفظ سے دراصل وہ مقام مراد ہے جس میں یہ دمشق والی مشہور خاصیت پائی جاتی ہے اور خدائے تعالیٰ نے مسیح کے اترنے کی جگہ جو دمشق کو بیان کیا ہے تو یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مسیح سے مراد وہ اصل مسیح نہیں ہے جس پر انجیل نازل ہوئی تھی۔ بلکہ مسلمانوں میں سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو اپنی روحانی حالت کی رو سے مسیح سے نیز امام حسین سے بھی مشابہت رکھتا ہے۔ کیونکہ دمشق پایۂ تخت یزید ہو چکا ہے اور یزیدیوں کا منصوبہ گاہ جس سے ہزارہا طرح کے ظالمانہ احکام نازل ہوئے وہ دمشق ہی ہے .....

... سو خدا تعالیٰ نے اس دمشق کو جس سے ایسے پُرظلم احکام نکلتے تھے اور جس سے ایسے سنگدل اور سیاہ درون لوگ پیدا ہوگئے تھے اس غرض سے نشانہ بنا کر لکھا کہ اب مثیلِ دمشق عدل و اطمینان پھیلانے کا ہیڈ کوارٹر ہوگا۔ کیونکہ اکثر نبی ظالموں کی بستی میں ہی آتے رہے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ لعنت کی جگہوں کو برکت کے مقام بناتا رہا ہے۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۶۳ تا صفحہ ۷۱)

دمشق اور مثیلِ دمشق

اس مقام پر یہ بات یاد رکھنا چاہیئے کہ دمشق اور مثیلِ دمشق میں ایک نمایاں فرق یہ ہے کہ دمشق پایۂ تخت یزید تھا۔ اور مثیلِ دمشق میں یزیدی لوگ پیدا ہوتے رہیں گے۔ مگر چونکہ اللہ تعالیٰ نے مثیلِ دمشق کو عدل و اطمینان پھیلانے کا ہیڈ کوارٹر بنایا ہے اس لئے یزیدی الطبع لوگوں کی سازشیں یہاں کامیاب نہ ہوں گی بلکہ انہیں نکال دیا جائے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام

اخرج منہ الیزیدیون

بھی یہی بتاتا ہے۔ چنانچہ سب سے حضور کے شرکا نے یزیدی صفت کا مظاہرہ کیا وہ نکالے گئے بعدہٗ غیر مبائعین نے یہی صفت کا مظاہرہ کیا وہ نکالے گئے۔ پھر مصری اور مستری کا فتنہ بھی اسی نہج پر اٹھا وہ نکالے گئے اور آخر میں زیادہ طاقت اور شدت کے ساتھ مجلس احرار نے یزیدی صفت کا مظاہرہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے پاؤں تلے سے زمین ایسی نکل گئی کہ وہ نہ صرف قادیان کی مقدس سرزمین کو چھوڑ گئے۔ بلکہ پورے مشرقی پنجاب کو خالی کر کے چلے گئے اور اپنے ہمنواؤں اور ہمدردوں کو بھی ساتھ لے کر چلے گئے مگر مثیلِ دمشق اب بھی عدل اور اطمینان پھیلانے کا ہیڈ کوارٹر بنا ہوا ہے اور اکناف عالم سے مخلصین یہاں پہنچ کر اطمینانِ قلب حاصل کرتے ہیں۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ مثیلِ دمشق قادیان پر بہت سے ابتلاء آئے ۱۹۴۷ء کا ابتلاء بھی بہت بڑا ابتلاء تھا جو مثیلِ دمشق قادیان اور اس کے مکینوں کو پیش آیا ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی ہندوستان پاکستان جنگ کے دوران بھی بہت بڑا ابتلاء تھا جسے شعائر اللہ میں مقیم درویشانِ کرام نے برداشت کیا۔ مگر بغیر کسی وقفہ کے یہ شعائر اللہ احمدیوں کے پاس ہی رہے اور بغیر کسی وقفہ کے منارۃ المسیح سے ہر روز اذانیں گونجتی رہیں گونجتی رہی ہیں اور گونجتی رہیں گی اور مسجد اقصیٰ میں تواتر کے ساتھ نمازیں ہوتی رہی ہیں، ہو رہی ہیں اور ہوتی رہیں گی۔ ہمیں خوشی ہے اور ہم تہ دل سے گورنمنٹ آف انڈیا کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ اب اس نے فیصلہ کر دیا ہے کہ قادیان میں چاہے کیسے ہی حالات پیش آئیں آئندہ احمدیوں کو شعائر اللہ خالی کرنے کے لئے نہیں کہا جائے گا۔ اور اس طرح تمام دنیا میں پھیلے ہوئے جماعت احمدیہ کے افراد کو حکومتِ ہند نے بڑی خوشی پہنچائی ہے یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے منارۃ المسیح کے لئے فرمایا تھا کہ :۔

"یہ منارہ مسیح موعود کے احقاق حق اور ہدایت پھیلانا اور اتمام حجت اور اشاعت ملت کی جسمانی طور پر تصویر ہے۔"

اور لطف یہ ہے کہ حضور نے یہ اس وقت فرمایا تھا جبکہ منارۃ المسیح کی ابھی بنیاد بھی نہیں رکھی گئی تھی۔ بہر حال حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الہام الٰہی کے مطابق حدیثِ نبویؐ کی جو پُرعظمت تشریح پیش کر کے اس کے حقائق کو بہر حاصل کے طور پر پیش کیا تھا۔ اور سب کچھ حدیثِ نبوی کے الفاظ کی رعایت اور تمثّل کے طور پر بیان فرمایا تھا آج وہ سب کچھ واقعاتی اعتبار سے بڑی شان اور عظمت کے ساتھ پورا ہو رہا ہے۔ لہٰذا آئندہ سطور میں اختصاراً حدیث نبوی کی روشنی میں منارۃ المسیح کی تاریخی و واقعاتی عظمت پیش کی جائے گی تاکہ قارئین کرام اس کے جملہ پہلوؤں پر نگاہ ڈال سکیں ضمناً یہ بات بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ "دمشق" کے لفظ میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مظلومیت کی پیشگوئی بھی تھی جو اپنے وقت پر پوری ہو گئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت امام حسینؓ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں قدر مشترک مظلومیت ہے جو اپنوں کے ہاتھوں سے ہوئی کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شدید مخالفت کرنے والے خود اسرائیلی ہی تھے اور حضرت امام حسینؓ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ظلم ڈھانے والے بھی مسلمان ہی ہیں۔ قارئین کرام! اسلام کے عہد اوّل سے ہی اس پیشگوئی کو بہت بڑی عظمت حاصل تھی۔ چنانچہ اس پیشگوئی کو پورا کرنے کے لئے ۱۴۱ھ میں بڑے اہتمام کے ساتھ دمشق میں جامع اموی میں کئی لاکھ دینار کے صرف سے مینار بنایا گیا۔ لیکن شوال ۷۴۰ھ میں عیسائیوں نے جامع اموی کو آگ لگا دی اور مینار بھی تباہ ہوگیا۔ (منتخب التاریخ جلد دوم صفحہ ۱۰۲۵) جس پر اس کی دوبارہ بنیاد رکھی گئی جو ابن طولون کی تحقیق کی رو سے ۷۷۴ھ میں پایۂ تکمیل تک پہنچی۔ ازاں بعد ۸۰۳ھ میں جب تیمور نے دمشق پر چڑھائی کی تو جامع مسجد میں پھیرا جانا۔ آگ بھڑک اٹھی تیمور نے آگ پر قابو پانے کی ہر چند کوشش کی مگر اسے سراسر ناکامی ہوئی اور جامع اور مینار دونوں بری طرح اس کی زد میں آ گئے اور جل گئے۔ نامور اسلامی مورخ ابن خلدون اور صاحب ظفرنامہ نے بھی اس حادثہ کا ذکر کیا ہے بالآخر دو برس بعد ۸۰۵ھ میں شام کے گورنر شیخ غاصکی نے اس کی تعمیر کا کام شروع کیا۔ اب تیسری بار کی سعی و جدوجہد سے گو جامع اموی بھی تعمیر ہو گئی اور منارہ عیسیٰ کے نام سے منارہ بھی قائم کر دیا گیا مگر چونکہ خدا تعالیٰ کا منشاء یہ تھا کہ مسیح موعود کے زمانے اور اس کے مقامِ ظہور میں اس کی بنا رکھی جائے اس لئے اب عام خیال کے برعکس بعض مفکرین اسلام مثلاً نویں صدی ہجری کے مجدد حضرت امام جلال الدین سیوطی کا ذہن خود بخود اس طرف منتقل ہو گیا کہ منار کا خاص دمشق میں ہونا ضروری نہیں اسے صرف دمشق سے مشرقی جانب ہونا چاہیئے خواہ کہیں ہو۔ (حاشیہ ابن ماجہ مصری صفحہ ۲۶۵ مطبوعہ ۱۳۱۳ھ)

اسی تعبیر کے عین مطابق خدا تعالیٰ کی طرف سے ۱۹۰۰ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تحریک ہوئی کہ قادیان کی مسجد اقصیٰ میں ایک سفید منار تعمیر کیا جائے نیز یہ خبر دی گئی کہ اسلام کی نشأۃ ثانیہ سے اس منار کی تعمیر کا گہرا تعلق ہے۔

اس مقام پر ضمناً یہ بات بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ نزول عیسیٰ والی حدیث مکاشفات میں سے ہے اور مکاشفات ہمیشہ استعارات پر مبنی ہوتے ہیں اور کئی رنگ میں ظاہر ہوتے ہیں۔ لہٰذا حضرت اقدس نے اس منارہ کی تحریک ہونے سے قبل اس حدیث کی بنا پر پیشگوئی فرمائی کہ حضور یا حضور کا کوئی خلیفہ دمشق کی طرف سفر کرے گا۔ (حمامۃ البشریٰ صفحہ ۳۷) چنانچہ حضور کے حسن واحسان میں نظیر حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ ۱۹۲۴ء کے سفر یورپ کے دوران دمشق بھی ٹھہرے اور منارہ بیضاء کے مشرقی طرف قیام پذیر ہوئے۔ اس کے بعد جب آپؓ نے دوسری مرتبہ سفر یورپ اختیار فرمایا تو آپؓ بذریعہ طیارہ دمشق میں نزول فرما ہوئے اور حدیث نبوی ظاہری لحاظ سے بھی کمال صفائی سے پوری ہو گئی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک دمشق کے مشرقی جانب قادیان کا ہونا اور مثیلِ دمشق بھی ہونا یہ بھی اسی نہج سے ہے۔

اب پھر اصل مسئلہ کی طرف عود کر کے لکھا جاتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جب منارۃ المسیح کی تعمیر کے لئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے تحریک ہوئی تو وہ زمانہ جماعت کے لئے بڑا پُرآشوب تھا۔ جماعت کی تعداد بھی قلیل تھی مخالفت بھی کافی دینی کاموں کے لئے اخراجات بھی ہو رہے تھے۔ ایسے حالات میں ایک عظیم الشان منارہ کی تعمیر ایک نہایت مشکل مسئلہ تھا مگر جب خدا تعالیٰ کا حکم آ گیا حضرت اقدس نے [illegible] کے [illegible] و خطرات سے بے نیاز ہو کر ۲۸ر مئی ۱۹۰۰ء کو جماعت کے نام ایک مفصّل اشتہار شائع فرمایا جس میں بڑی شرح و بسط سے لکھا کہ :۔

منارۃ المسیح اور غلبۂ اسلام

" حدیث نبوی کے مطابق ایک اونچا منار بنانے کی تجویز کی گئی ہے جو مؤذن کا کام دے گا۔ اس پر لالٹین اور گھنٹہ بھی نصب ہوگا۔ منارہ تصویری زبان میں مسیح محمدی سے پیشگوئی لیظهره علی الدین کلّہٖ کی طرف اشارہ کرے گا۔ کہ جس طرح یہ منار بلند ہے۔ اسی طرح اسلام کی سچائی بلندی کی انتہا تک پہنچ جائے گی اور جس طرح ہر جگہ

ہونے والی آواز سب پر چھا جاتی ہے۔ اسی طرح دینِ اسلام سب دینوں پر غالب آئے گا۔ منارہ کی لالٹین اور گھنٹہ یہ حقیقت بتائیں گے کہ زمینی علوم کے ساتھ آسمانی روشنی کا زمانہ آگیا۔ اور دُنیا کو اپنا وقت پہچاننا چاہیئے۔"

فتح نمایاں کا میدان

"یہ منارہ وہ منارہ ہے جس کی ضرورت احادیث نبویہ میں تسلیم کی گئی۔ اور اس منارہ کا خرچ دس ہزار روپیہ سے کم نہیں ہے۔ اور جو دوست اس منارہ کی تعمیر کے لئے مدد کریں گے میں یقیناً سمجھتا ہوں کہ وہ ایک بھاری خدمت کو انجام دیں گے .... جس خدا نے منارہ کا حکم دیا ہے اُس نے اس بات کی طرف اشارہ کردیا ہے کہ اسلام کی مُردہ حالت میں اس جگہ سے زندگی کی رُوح پھونکی جائیگی۔ اور یہ فتح نمایاں کا میدان ہوگا .... یہ کام بہت جلدی کا ہے۔ دلوں کو کھولو اور خدا کو راضی کرو۔"

(تبلیغ رسالت جلد ۶ صفحہ ۹۵)

حضور علیہ السلام نے ایک دوسرا اشتہار یکم جولائی ۱۹۰۰ء کو شائع فرمایا۔ اس میں لکھا کہ:-

حقیقتِ مسیحیہ کا نزول

"مسیح موعود کا حقیقی نزول یعنی ہدایت اور برکات کی روشنی کا دُنیا میں پھیلنا یہ اسی پر موقوف ہے کہ یہ پیشگوئی پُوری ہو۔ یعنی منارہ تیار ہو۔"

"سو ابتداء سے یہ مقدر ہے کہ حقیقت مسیحیہ کا نزول جو نُور اور یقین کے رنگ میں دلوں کو پھیرے گا۔ منارہ کی تیاری کے بعد ہوگا۔"

دس ہزار روپے کی رقم اس وقت کی جماعت کی تعداد کے لحاظ سے بہت بڑی رقم تھی۔ لیکن حضور نے کم از کم ایک ایک سو روپے کے چندہ کی تحریک فرمائی۔ چار مخلصین نے فوراً یہ چندہ یعنی چار سو روپیہ پیش کردیا۔

سنگِ بنیاد

نقشہ نویسی اور مناسب مقدار میں اینٹوں کی تیاری کا مرحلہ ۱۹۰۲ء کے آخر تک مکمل ہوگیا۔ مگر ملک پر طاعون کے سخت حملہ کے نتیجہ میں کام کچھ عرصہ کے لئے التواء میں پڑگیا کیونکہ جہاں سے معماروں کو آنا تھا وہ مقامات وبا کی زد میں آچکے تھے۔ بالآخر ۱۳؍ ذوالحجہ ۱۳۲۰ ہجری مطابق ۱۳؍ مارچ ۱۹۰۳ء بروز جمعہ منارۃ المسیح کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ اس دن جمعہ کی نماز کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور حکیم فضل الٰہی صاحب لاہوری۔ مرزا خدابخش صاحب۔ شیخ مولابخش صاحب۔ قاضی ضیاء الدین صاحب وغیرہ احباب نے عرض کیا کہ حضورؑ کے دستِ مبارک سے منارۃ المسیح کی بنیادی اینٹ رکھی جائے تو مناسب ہوگا۔ حضورؑ نے فرمایا کہ ہمیں تو ابھی تک معلوم بھی نہیں کہ آج اس کی بنیاد رکھی جاوے گی۔ اب آپ ایک اینٹ لے آئیں میں اُس پر دُعا کردوں گا۔ اور پھر جہاں میں کہوں وہاں آپ جاکر رکھ دیں۔ چنانچہ حکیم فضل الٰہی صاحب اینٹ لے آئے اور حضور نے اسے ران مبارک پر رکھ کر ..... لمبی دُعا فرمائی۔ دُعا کے بعد آپ نے اس اینٹ پر دم کیا۔ اور حکیم فضل الٰہی صاحب سے ارشاد فرمایا کہ آپ اس کو (مجوزہ) منارۃ المسیح کے مغربی حصّہ میں رکھ دیں۔ حکیم صاحب موصوف اور دوسرے احباب یہ مبارک اینٹ لے کر جب مسجد اقصیٰ پہنچے تو راستہ میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نماز جمعہ پڑھا کر واپس آرہے تھے۔ (حضرت مولوی صاحب موصوف نماز جمعہ کے بعد زیادہ دیر تک مسجد اقصیٰ میں ہی قیام فرمایا کرتے تھے۔) راستہ میں جب سارا واقعہ آپ کو معلوم ہُوا تو آپ رقت سے بھر گئے اور یہ اینٹ لے کر اپنے سینے سے لگالی اور بڑی دیر تک دُعا کرتے رہے۔ اور فرمایا کہ یہ آرزو ہے کہ یہ کام فرشتوں میں شہادت کے طور پر رہے۔ آخر وہ اینٹ فضل الدین صاحب احمدی معمار نے بنیاد کے مغربی حصّہ میں پیوست کردی۔ اور حضرت میر ناصر نواب صاحب اس کام کے نگران مقرر ہوئے۔ منارہ کی بنیاد بہت گہری اور وسیع و عریض کھودی گئی۔ اور کنکریٹ کے ذریعہ سے مضبوط کرکے اُٹھائی گئی۔

(الحکم ۲۰؍ فروری و ۱۷؍ مارچ ۱۹۰۳ء
والحکم ۳۱؍ جنوری ۱۹۴۰ء)

منارہ کی تکمیل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت سی برکات کا نزول وابستہ تھا۔ اور اسی لئے حضور اسے جلد سے جلد مکمل ہوتا دیکھنا چاہتے تھے۔ مگر دلی خواہش و تمنا کے باوجود مالی مشکلات کے باعث تعمیر کا کام رُک گیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب مینار کا کام فنڈ کی کمی کے باعث رُک گیا اور بند پڑا رہا تو ایک دن کسی شخص نے سوال کیا کہ حضور یہ مینار کب تیار ہوگا؟ حضورؑ نے فرمایا۔ اگر سارے کام ہم ہی ختم کرجادیں تو پیچھے آنے والوں کے لئے ثواب کہاں سے ہوگا۔

(سیرت احمد مرتبہ قدرت اللہ صاحب سنوری صفحہ ۱۳۳ مطبوعہ دسمبر ۱۹۶۲ء)

چنانچہ یہی ہوا کہ حضورؑ کی زندگی میں مینار کی عمارت صحن مسجد کی سطح سے چھ فٹ سے زیادہ بلند نہ ہوسکی۔

(الحکم ۲۱؍ جنوری ۱۹۴۰ء)

حضور علیہ السلام کے وصال کے بعد خلافت اُولیٰ کے دور میں بھی اس پر کوئی اضافہ نہ ہوسکا لیکن جب خلافت ثانیہ کا عہد آیا تو خلافت کے سال آغاز میں ہی حضورؓ نے منارۃ المسیح کی تعمیر کا کام شروع کروادیا۔ کیونکہ الٰہی نوشتوں میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو نُور قرار دیا گیا تھا اور آپ کے ہاتھوں ہی ازل سے مسیح محمدی کے نوروں کی ضیاء پاشی مقدر تھی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"چونکہ خدا تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ میری نسل میں سے ایک بڑی بنیاد حمایت اسلام میں ڈالے گا اور اس میں سے وہ شخص پیدا کرے گا جو آسمانی رُوح اپنے اندر رکھتا ہوگا۔ اس لئے اس نے پسند کیا کہ اس خاندان کی لڑکی میرے نکاح میں لاوے۔ اور اس سے وہ اولاد پیدا کرے جو ان نوروں کو جن کی میرے ہاتھ سے تخم ریزی ہوئی ہے زیادہ سے زیادہ پھیلا دے گا۔"

(تریاق القلوب صفحہ ۶۵)

چنانچہ خلافت ثانیہ کے پہلے ہی سال ۲۷؍ نومبر ۱۹۱۴ء کو حضورؓ نے منارہ کی نا تمام عمارت پر اپنے دستِ مبارک سے اینٹ رکھ کر اس کی تعمیر کا کام دوبارہ شروع کروادیا۔

(الفضل ۲۹؍ نومبر ۱۹۱۴ء)

اجمیر شریف سے بہترین سنگ مرمر مہیا کیا گیا اور آخر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق یہ زبردست نشان ۱۶؍ فروری ۱۹۲۳ء کو پایہ تکمیل تک پہنچ گیا۔ یہ خوشنما اور دلکش اور شاندار مینار جو فن تعمیر کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے ایک سو پانچ (۱۰۵) فٹ اونچا ہے۔

منارۃ المسیح کی واقعاتی عظمت

منارۃ المسیح کی تکمیل کے بعد دس سال تک جماعت احمدیہ کے خلاف' مخالفت کا شدید دور آیا جس نے تدریجاً ۱۹۳۴ء میں انتہائی شدت اختیار کرلی۔ اور ۱۹۳۴ء ہی وہ پُر عظمت سال ہے جس میں حضورؓ نے القاء الٰہی کے تحت' تحریک جدید جیسی عالمگیر تحریک کا اجراء فرمایا جس کے نتیجہ میں آج جماعت احمدیہ چاردانگ عالم میں مضبوطی کے ساتھ قائم ہو چکی ہے۔

جماعت احمدیہ کی شدید مخالف مجلس احرار کے ناپاک عزائم کا لُبّ لباب یہی تھا کہ وہ قادیان۔ منارۃ المسیح اور مسجد اقصیٰ وغیرہ کی اینٹ سے اینٹ بجادیں گے اور احمدیت کو نیست و نابود کردیں گے۔ پنجابی زبان میں ایک شعر بھی ان کے ورد زبان تھا کہ ؎

جس منار دی نیو ہے ریت اُتے
اوس منار نوں جاکے ڈھادیاں گے

یعنی منارۃ المسیح کی بنیاد ریت پر رکھی گئی ہے اس کو ہم قادیان جاکر گرادیں گے۔

اس کے مقابل پر منارۃ المسیح کے پاسبان حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ تعالیٰ سے علم پاکر فرمایا:-

"مَیں دیکھ رہا ہوں کہ احرار کے پاؤں تلے سے زمین نکلی جارہی ہے۔"

۱۹۳۴ء کے ٹھیک تیرہ سال بعد ۱۹۴۷ء میں مجلس احرار اور ان کے ہمنوا اپنی مسجدیں اور منارے چھوڑ چھاڑ کر' انہیں خالی اور ویران کرکے اپنی تعلیوں کے ساتھ چلے گئے اور نہ صرف قادیان بلکہ پُورے مشرقی پنجاب سے احرار کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ تیس سال سے نہ اُن کے مناروں پر اذانیں ہوتی ہیں اور نہ ان کی مساجد میں نمازیں ہوتی ہیں۔ مگر وہ منارۃ المسیح جس کی اغراض اذان' روشنی اور وقت کی اہمیت بتائی گئی تھی۔ اس پُر آشوب دَور میں زیادہ عظمت و شوکت کے ساتھ اکنافِ عالم میں متعارف ہو رہا ہے۔ اس کی اذانیں پہلے سے زیادہ بلند آواز میں آلۂ مکبّر الصوت کے ذریعہ سے گونج رہی ہیں۔ اس کی روشنی اور زیادہ بجلی کے قمقموں سے' اپنے ماحول کو بقعۂ نور بنارہی ہے۔ اور اس کی عظمت کا اقرار کرنے والے ایک کروڑ سے بھی زیادہ تعداد میں زمین کے کناروں تک پھیلے ہوئے ہیں۔ اور آج بھی قادیان کی مقدس سرزمین ہدایت و روشنی کا مرکز بنی ہوئی ہے ——— !! ؎

ذلت ہیں چاہتے یہاں اکرام ہوتا ہے
کیا مفتری کا ایسا ہی انجام ہوتا ہے

بہر حال بغیر کسی وقفہ کے منارۃ المسیح پر اذانیں ہوتی رہیں اور ہورہی ہیں اور ہوتی رہیں گی اور ان مساجد میں نمازیں ہوتی رہیں گی۔ انشاء اللہ العزیز۔

غرضیکہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی منارۃ المسیح' بڑی شان اور عظمت کے ساتھ پُوری ہورہی ہے اور اس منارۃ المسیح کے ساتھ جو بڑے عظیم الشان نشانات وابستہ ہیں اور جن برکات کا نزول مقدر ہیں' آئے دن ہم ان کا مشاہدہ کررہے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اسکی بنیاد رکھنے سے قبل ہی فرمایا تھا کہ:-

"یہ منارہ مسیح موعود کے احقاق حق اور صرف ہمت اور اتمام حجت اور اعلائے ملت کی جسمانی طور پر تصویر ہے۔"

بہرحال مخالفین احمدیت کے لئے منارۃ المسیح کے وجود میں ایک خاموش کردینے والی واقعاتی حقیقت ہے۔ کاش وہ غور کریں ——— !!

اللہ تعالیٰ ان کی ہدایت کے سامان کرے اور ہم جو پاسبانِ منارۃ المسیح ہیں۔ ہمیں اور ہماری نسلوں کو بیش از بیش رحمتوں اور برکتوں سے نواز ے اور زیادہ سے زیادہ خلوص کے ساتھ خدمات دینیہ بجالانے کی توفیق و سعادت عطا فرمائے۔ اللّٰھمّ آمین۔

بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید
و پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد

ایک اہم سوال کا جواب

"ہندوستان کی احمدیہ جماعتوں میں سے لازمی چندوں کا سب سے بڑا بجٹ کس کا ہے؟"

از مکرم چودھری فیض احمد صاحب گجراتی ناظر بیت المال مد قادیان

یہ ایک طبعی سا سوال ہے۔ جو مجھ سے میرے دوروں کے ایام میں بعض بڑی جماعتوں کے امراء، جماعتوں کے سیکرٹریان مال اور بعض دوسری اہم شخصیتوں نے کیا۔ مجھے یہ اعتراف کر لینے میں کوئی باک نہیں کہ میں اس سوال کا جواب کسی کو بھی نہ دے سکا۔ حالانکہ میں بڑی آسانی کے ساتھ اس سوال کا جواب اعداد و شمار کی روشنی میں حتمی طور پر دے سکتا تھا۔ میرے جواب نہ دینے میں میرے مدنظر مصلحت یہ تھی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ سوال پوچھنے والے کے دل کو ٹھیس پہنچے۔ یہ محض ایک نفسیاتی مسئلہ تھا۔ میں سوال کی نوعیت کو سمجھتا تھا۔ اور اس سوال کے پیچھے جو جذبہ کارفرما تھا میں اسے بھی محسوس کرتا تھا۔ لیکن میں ایسا سوال کرنے والے تمام بھائیوں سے معذرت کے ساتھ آج اس کا جواب دے رہا ہوں۔

جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے یہ سوال ہندوستان کی بڑی بڑی جماعتوں کے احباب کی طرف سے کیا گیا۔ ایسی جماعتوں کے احباب کی طرف سے جو یا تو تعداد کے لحاظ سے اپنے کو بڑی سمجھتی تھیں یا پھر ان جماعتوں کے افراد مالی لحاظ سے بہتر پوزیشن میں تھے۔ اور سوال کرنے والوں کا خیال تھا کہ اس کے جواب میں یقیناً اپنی کی جماعت کا نام لیا جائے گا۔ اور وہ جواب سن کر ایک روحانی لذت اور فخر محسوس کریں گے۔ اور یہ ایک قدرتی امر ہے کہ بڑے بجٹ والی جماعت کا یہ حق ہے کہ وہ اپنی قربانیوں کے اعلیٰ معیار پر خوشیاں منائے۔ جو وہ دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا بھر میں اشاعت کے لئے کر رہی ہے۔ ایسی جماعت کی خوش بختی واقعی ناز کا حق اسے ادا کرتی ہے۔ اس مادی دور میں جبکہ روزی اور روٹی کا مسئلہ بڑی خطرناک صورت اختیار کر چکا ہے، جو جماعت اسلام کو زمین کے کناروں تک پہنچانے کے لئے اپنا پیٹ کاٹ کر خدا تعالےٰ کی رضا کے حصول کے لئے قربانی کے بلند مقام پر پہنچ جائے اور پھر اس میں ایک روحانی لذت پائے، وہ فی الواقع اپنے اندر اسلام کی تبلیغ کا درد رکھتی ہے۔

اب کوئی شخص یہ سوال کر سکتا ہے کہ میں نے اتنے سالوں تک اس سوال کے جواب کو پردۂ اخفاء میں رکھا، اب اس کی کیا ضرورت پیش آئی ہے کہ میں اس کا جواب دوں؟ اس کے متعلق عرض ہے کہ اب اس سوال کا جواب دینے کی ضرورت، ایک مرکزی ضرورت، اسلام اور احمدیت کی ضرورت ہے۔ اور اس لئے ضرورت ہے کہ ہمارا پیارا امام ہم سے بار بار اس قربانی کا مطالبہ فرما رہا ہے جو ہر لحاظ سے خدا تعالیٰ کے حضور قبولیت کا شرف پانے والی ہو۔ اور اسلام کے روحانی غلبہ کی پیشگوئیاں جلد تر پوری ہوں۔ ہمارے آقا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنی خلافت کے گزشتہ گیارہ سالوں میں ہمارے دلوں کو اس یقین سے لبریز کر دیا ہے کہ مارچ ۱۹۸۹ء کے بعد شروع ہونے والی صدی اسلام کی سربلندی اور روحانی فتح کی صدی ہوگی۔ اور اس اگلی صدی کے استقبال کے لئے جو عظیم الشان منصوبہ "صد سالہ احمدیہ جوبلی منصوبہ" کے نام سے جماعت کے سامنے رکھا گیا ہے، اس نے جماعت کے خون میں گرمی پیدا کر دی ہے اور جماعت کا ہر شخص اپنے اپنے ظرف اور ہمت کے مطابق اگلی صدی کے استقبال کے لئے تیاری کر رہا ہے۔ اور اس شان کے ساتھ تیاری کر رہا ہے کہ اپنے پیارے امام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنی ضروریات کو بھول کر صرف اشاعت اسلام کی ضروریات پر غور کر رہا ہے۔ اور قربانی کی شان یہ ہے کہ ہمارے پیارے امام نے اگلی صدی کے استقبال کے لئے جو دوررس نتائج کا منصوبہ پیش کرتے ہوئے جماعت سے ڈھائی کروڑ روپے کا مطالبہ فرمایا تھا۔ اس کے مقابلہ میں جماعت بارہ کروڑ روپے سے زائد کے وعدے اپنے آقا کے حضور پیش کر چکی ہے۔ اور ابھی آئندہ تیرہ سالوں میں جماعت کے نوجوان جو وعدے اور قربانیاں کریں گے وہ ان کے علاوہ ہوں گی۔ اور یقین کیا جا سکتا ہے کہ بارہ کروڑ سے بڑھ کر یہ قربانیاں بیس کروڑ تک جا پہنچیں گی۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔ اس سلسلہ میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بڑے ہی ولولہ انگیز اور ایمان افروز الفاظ میں فرمایا کہ:-

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ابھی تین صدیاں پوری نہیں ہوں گی کہ اسلام دنیا میں غالب آجائے گا۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں پہلی صدی تیاری کی ہے اور دوسری صدی غلبۂ اسلام کی ہے جو کہ اب ہمارے سامنے ہے۔ ایسے وقت میں کمزوری دکھلانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اچھی طرح سمجھ لو کہ ہماری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں ہے۔ اگر ہم خدا اور اس کے رسول کی طرف سے عائد شدہ ذمہ داریوں کو پہلے کی طرح ادا کرتے رہیں گے۔ قربانیوں میں پیچھے نہیں ہٹیں گے تو انشاء اللہ اسلام ضرور دنیا پر غالب آئے گا اور وہ مقصد پورا ہو کر رہے گا جس کے لئے خدا تعالےٰ نے مہدی معہود علیہ السلام کی جماعت کو قائم کیا ہے۔ جب تک یہ مقصد پورا نہیں ہوتا۔ ہر احمدی کو یہ عہد کر لینا چاہیئے کہ وہ قربانیاں پیش کرتا چلا جائے گا۔ خدا تعالےٰ کی انگلی اگلی صدی کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ پکے ہوئے پھلوں سے لدی ہوئی ٹہنیاں آپ کا انتظار کر رہی ہیں۔ سو بشاشت کے ساتھ آگے بڑھتے چلے جاؤ۔ یہاں تک کہ ساری دنیا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع ہو جائے۔"

(حضور کا خطاب بہ مجلس مشاورت مارچ ۱۹۷۵ء)

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جماعت کے تمام دوستوں کو یہ توفیق عطا فرمائے کہ اپنے پیارے امام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اشاعتِ اسلام کی خاطر قربانیوں کے معیار کو بڑھاتے چلے جاؤ تا آنکہ وہ موعود وقت آجائے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کے بے شمار وعدے ہیں۔ اور خدا کے وعدے بہرحال پورے ہو کر رہتے ہیں چاہے حالات کیسی صورت اختیار کر لیں۔

ہندوستان کی جماعتوں میں سے سب سے بڑا بجٹ کس جماعت کا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ اہل قادیان کے ذرائع آمد بہت محدود ہیں۔ اور باوجود اس کے کہ ان کے سامنے کاروبار کا کوئی میدان نہیں ہے۔ خدا کے فضل سے جماعت احمدیہ قادیان کا لازمی چندہ جات کا بجٹ سب سے بڑا ہے اور میری دعا ہے کہ جس غیر منقطع تسلسل اور باقاعدگی کے ساتھ قادیان کی جماعت اپنے لازمی چندہ جات ادا کرتی ہے، دوسری تمام جماعتیں بھی اس کا تتبع کریں۔ اور اپنی قربانیوں کے معیار کو بلند اور اتنا بلند کریں کہ ہمارے پیارے امام کے فرمودات کے عین مطابق ہو۔

صد سالہ احمدیہ جوبلی کے عظیم منصوبے کا روحانی پروگرام!

صد سالہ احمدیہ جوبلی کے عالمگیر منصوبہ کی کامیابی کیلئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے احباب جماعت کے سامنے نفلی عبادات اور ذکر الٰہی کا ایک خصوصی پروگرام رکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:-

جماعت احمدیہ کے قیام پر ایک صدی مکمل ہونے تک ہر ماہ احباب جماعت ایک نفلی روزہ رکھا کریں۔ جس کیلئے ہر قصبہ، ہر شہر یا محلہ میں مہینہ کے آخری ہفتہ میں کوئی دن مقامی طور پر مقرر کر لیا جائے۔

دو نفل روزانہ ادا کئے جائیں۔ جو نمازِ عشاء کے بعد سے لے کر نمازِ فجر سے پہلے تک یا نمازِ ظہر کے بعد ادا کئے جائیں۔

کم از کم سات بار روزانہ سورۃ فاتحہ کی تلاوت کی جائے اور اس پر غور و تدبر کیا جائے۔

تسبیح و تحمید اور درود شریف اور استغفار کا ورد روزانہ ۳۳-۳۳ بار کیا جائے۔

مندرجہ ذیل دعائیں روزانہ کم از کم گیارہ گیارہ بار پڑھی جائیں:-

(۱) — رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔

(۲) — اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ

تسبیح و تحمید:- سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔

درود شریف:- اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

استغفار:- اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ۔

سیرت ازواج مطہرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

جاویدہ اقبال اختر

خدا تعالیٰ نے آج سے چودہ سو سال قبل سرزمین مکہ میں جبکہ ہر طرف ضلالت و گمراہی اور فسق و فجور کا دور دورہ تھا اور دنیا ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ کا نظارہ پیش کر رہی تھی اپنے محبوب ترین بندہ افضل الرسل خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنا کر تمام دنیا کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا۔ آپؐ کا وجود ساری دنیا کے لئے باعثِ رحمت و برکت تھا ظاہر ہے کہ جب آپؐ کے ذمہ اتنا اہم اور زیادہ کام تھا تو لازمی امر ہے کہ اس ماحول کے پیشِ نظر جبکہ عورت بے انتہا ظلموں کا نشانہ بن رہی تھی، فرقہ نسواں کی تعلیم و تربیت، مذہبی اخلاقی اور معاشرتی اصلاح و بہبود کے لئے آپ کو ایسی ازواج مطہرات عطا کی جاتیں جو کہ ہر مقام پر آپؐ کا ساتھ دیتیں آپ کی ہمدرد معاون ثابت ہوتیں چنانچہ بعد کے حالات سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ آپ کی ازواج مطہرات نے ایسا بہترین اور ناقابلِ فراموش اسوۂ حسنہ پیش کیا ہے جو ہمیشہ کے لئے مشعل راہ ہے مصائب و آلام۔ دُکھ و تکالیف کے پہاڑ آپ پر ڈھائے گئے لیکن ان خدا کی بندیوں نے کبھی اف تک نہ کی یہاں تک کہ جب کفار مکہ نے سیدنا حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر عرصۂ حیات ہی تنگ کر دیا تھا تو .... بیوی تھیں اس وقت بھی آپ کا ساتھ دینے والی یہی امہات المؤمنین تھیں انسان ایک وقت میں بڑی سے بڑی تکلیف بھی برداشت کر سکتا ہے یہاں تک کہ وہ موت کو سامنے دیکھ کر اس کو بھی مسکراتے ہوئے قبول کر لیتا ہے۔ لیکن مسلسل مصائب اور آلام کا دور اور اسے بڑے صبر و شکر کے ساتھ برداشت کرنا اور خدا تعالیٰ کی ذات واحد پر کامل و مکمل بھروسہ کرنا یہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ازواج مطہرات کا ہی طرۂ امتیاز تھا احادیث میں آتا ہے کہ حضور کے گھر میں اناج نہ ہونے کی وجہ سے مہینوں آگ تک نہیں جلتی تھی، ستو اور کھجوریں کھا کر گزارہ کرتے اس قدر سخت تنگی کے باوجود کبھی کسی کے منہ پر ناشکری کا کلمہ نہیں آیا۔ اور ہمیشہ خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا کے گیت گاتیں اور اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جاتیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کی تعداد کے بارہ میں مؤرخین کے درمیان بہت اختلاف ہے بعض مورخین نے ازواج مطہرات کی تعداد تیرہ ۱۳ بتائی ہے بعض نے گیارہ ۱۱ اور بعض نے نو ۹ بیان کی ہے تاریخ احمدیت بھی نو اور گیارہ کی روایات کی ہی تصدیق کرتی ہے۔ بہرحال قطع نظر اختلافات کے ۱۱ ازواج مطہرات کے مختصر حالاتِ زندگی پیش خدمت ہیں۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ

سب سے پہلی ام المؤمنینؓ ہونے کا شرف حضرت خدیجۃ الکبریٰ کو حاصل ہے۔ حضرت خدیجہ بیوہ اور صاحب اولاد خاتون تھیں اور یکے بعد دیگرے دو خاوند کر چکی تھیں آنحضرت صلعم سے آپؓ کا نکاح ۴۰ برس کی عمر میں ہوا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۲۵ برس کی تھی۔ شرافت کی وجہ سے طاہرہ کے لقب سے مشہور تھیں۔ حضرت خدیجہ ہی وہ مقدس خاتون تھیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ابتدائے وحی سے ایمان لائیں چنانچہ احادیث میں آتا ہے کہ جب سب سے پہلی وحی آپؐ پر نازل ہوئی اور فرشتے نے آکر کہا کہ اِقْرَأْ (یعنی پڑھ) آپؐ نے فرمایا میں پڑھنا لکھنا نہیں جانتا فرشتے نے آپؐ کو زور سے دبایا اسی طرح دوسری بار اور تیسری بار دبا کر کہا کہ پڑھ اس خدا کا نام جس نے کائنات کو پیدا کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر تشریف لائے جو جلالِ الٰہی سے لبریز تھے آپ نے حضرت خدیجہ کو کہا کہ زَمِّلُوْنِي یعنی مجھے کپڑا اوڑھا دو کپڑا اوڑھا دو۔ کپڑا اوڑھایا گیا تو ہیبت ذرا کم ہوئی تو آپ نے یہ واقعہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بیان کیا اور کہا مجھ کو ڈر ہے حضرت خدیجہ نے فرمایا کہ آپؐ ڈریں نہیں خدا تعالیٰ آپ کا ساتھ نہ چھوڑے [illegible] کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں بیکسوں اور [illegible] کے مددگار رہتے مہمان نوازی اور مصائب میں حق کی حمایت کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ الغرض یہی وہ پاک امہات المؤمنین میں سے ایک تھیں جنہوں نے اس وقت آپ کی تصدیق کی۔

حضرت خدیجہ نے صرف نبوت کی تصدیق ہی نہیں کی بلکہ آغازِ اسلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی معین و مددگار ثابت ہوئیں آنحضرت صلعم کو جو چند سال تک کفارِ مکہ اذیت دیتے ہوئے ہچکچاتے تھے اس میں بڑی حد تک حضرت خدیجہؓ کا اثر کام کر رہا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم آپ کا شعار تھا۔ اور جو کچھ رسول اللہ فرماتے تھے اس کی تصدیق کرتی تھیں بعثت سے قبل بھی اور بعثت کے بعد بھی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار عورتوں کو دنیا کی تمام عورتوں پر فضیلت حاصل ہے۔ مریم بنت عمران۔ آسیہ زوجہ فرعون۔ خدیجہ بنت خویلد۔ فاطمہ بنت محمد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے خاوندوں سے بھی آپؓ کو اولاد تھی آپؐ سے بھی ان کو اولاد ہوئی دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں۔ حضرت خدیجہؓ نکاح کے بعد ۲۵ برس تک زندہ رہیں۔

ازواج مطہرات میں حضرت خدیجہؓ کو بعض خاص خصوصیات حاصل ہیں وہ آنحضرت صلعم کی سب سے پہلی بیوی تھیں جب نکاح میں آئیں تو ان کی عمر چالیس برس کی تھی لیکن ان کی زندگی تک آنحضرت صلعم نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔ اور تقریباً ساری اولاد آپ کے ہی بطنِ مبارک سے ہوئی سوائے حضرت ابراہیمؓ کے احادیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلعم کے پاس بیٹھے تھے حضرت خدیجہ آئیں تو فرمایا کہ ان کو جنت میں ایک گھر ملنے کی بشارت سنا دیجئے جو موتی کا ہوگا۔ اور جس میں شور و غل اور محنت و مشقت نہ ہوگی۔

حضرت سودہ بنت زمعہ رضؓ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری شادی حضرت سودہ بنت زمعہؓ سے ہوئی آپؓ ابتدائے نبوت میں مشرف باسلام ہوئیں ان کے ساتھ ان کے شوہر بھی اسلام لائے اس بناء پر ان کو قدیم الاسلام ہونے کا شرف حاصل ہے ازواج مطہرات میں یہ فضیلت صرف حضرت سودہؓ کو حاصل ہے کہ حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد سب سے پہلے وہی آنحضرت صلعم کی نکاح میں آئیں۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت سودہؓ نے اپنے پہلے شوہر کی زندگی میں خواب دیکھا کہ آنحضرت صلعم آئے اور آپؐ نے اپنا پاؤں ان کی گردن پر رکھا۔ شوہر کو سنا نے پر اس نے کہا میں مر جاؤں گا اور آنحضرت صلعم تجھ سے نکاح کریں گے۔

ایک دفعہ ازواج مطہرات آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ تو انہوں نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ہم میں سے سب سے پہلے کون مرے گا۔ فرمایا کہ جس کا ہاتھ سب سے بڑا ہے۔ لوگوں نے اس کے ظاہری معنے سمجھے ہاتھ ناپے گئے تو سب سے بڑا ہاتھ سودہ رضؓ کا تھا۔ لیکن جب سب سے پہلے حضرت زینبؓ کا انتقال ہوا تو معلوم ہوا کہ ہاتھ کی بڑائی سے آپ کا مقصود سخاوت اور فیاضی تھا حضرت سودہؓ ازواج مطہرات میں سب سے بلند و بالا تھیں اطاعت و فرمانبرداری میں وہ تمام ازواجِ مطہرات سے ممتاز تھیں آنحضرت صلعم نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر فرمایا تھا کہ میرے بعد گھر سے نہ نکلنا۔ چنانچہ حضرت سودہؓ نے اس حکم پر اس شدت سے عمل کیا کہ پھر کبھی حج کے لئے نہ نکلیں۔

سخاوت اور فیاضی بھی ان کا نمایاں وصف تھا حضرت عائشہؓ کے سوا وہ اس وصف میں بھی سب سے ممتاز تھیں۔ ایثار میں بھی ممتاز حیثیت رکھتی تھیں چونکہ وہ اور حضرت عائشہؓ آگے پیچھے نکاح میں آئی تھیں لیکن چونکہ ان کی عمر زیادہ تھی اور جب بوڑھی ہو گئیں تو اپنی باری بھی حضرت عائشہؓ کو دے دی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ

اس کے بعد ام المؤمنین ہونے کا شرف حضرت عائشہ صدیقہؓ کو حاصل تھا آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں، تمام ازواجِ مطہرات میں سے یہ شرف حضرت عائشہؓ کو حاصل ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں باکرہ ہونے کی حالت میں آئیں حضرت عائشہؓ اسلام کے ان برگزیدوں میں سے ہیں جن کے کانوں نے کبھی شرک و کفر کی آواز نہیں سنی حضرت عائشہؓ خود فرماتی ہیں کہ جب سے میں نے اپنے والدین کو پہچانا ان کو مسلمان پایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے نکاح خدائی بشارت کے تحت کیا تھا آپ نے خواب میں دیکھا تھا کہ ایک شخص کوئی چیز ریشم میں لپیٹ کر دکھا رہا

ہے اور لکھا ہے یہ تیری ہے آپ نے کھولا تو حضرت عائشہ رض تھیں۔

خدا تعالیٰ پر آپ کا یقین کامل، شکرگزاری اس حد تک پہنچی ہوئی تھی کہ واقعہ افک کے بعد جبکہ آپ کی برأت نازل ہوئی تو ان کی والدہ نے کہا بیٹی اٹھو اور اپنے شوہر کا شکریہ ادا کرو حضرت عائشہ رض نے بعزور نسوانی جواب دیا میں صرف اپنے خدا کی شکرگذار ہوں اور کسی کی ممنون نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی آپ کو بہت محبت تھی چنانچہ بعض اوقات ایسا اتفاق ہوتا کہ حضرت عائشہ رات کو بیدار ہو جاتیں اور آپ کو پاس نہ دیکھتیں تو مضطرب ہوتیں ایک دفعہ یہی صورت پیش آئی انکو خیال ہوا کہ شاید آپ کسی اور بیوی کے پاس تشریف لے گئے ہوں ادھر ادھر تلاش کیا تو دیکھا کہ آپ تسبیح و تحمید میں مصروف ہیں اپنی غلط خیالی پر نادم ہوئیں اور بے اختیار زبان سے نکلا میرے ماں باپ قربان ہیں کس خیال میں ہوں اور آپ کس حال میں ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے ہی حجرہ مبارکہ میں وفات پائی۔ اور جسم مبارک بھی آپ کے حجرہ کے ایک گوشہ میں سپرد خاک کیا گیا ہے آنحضرت صلعم کی وفات کے وقت آپ کی عمر ۱۸ سال تھی اور چونکہ احترام نبوت کے لحاظ سے باری تعالیٰ نے ازواج مطہرات کیلئے دوسری شادی ممنوع قرار دی تھی۔ حضرت عائشہ کی زندگی کے ۴۸ سال عالم بیوگی میں بسر ہوئے اور آپ نے چاروں خلفائے راشدین کا زمانہ دیکھا

آنحضرت صلعم کو بھی آپ سے بے انتہا محبت تھی اس لئے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت عائشہ کے حجرہ مبارک میں مجھے وحی بھی ہو جاتی ہے اور کسی کے حجرہ میں نہیں۔ اخلاقی حیثیت سے حضرت عائشہ رض بلند مرتبہ رکھتی تھیں وہ نہایت قانع تھیں غیبت سے احتراز کرتی تھیں سخاوت اور دلیری بھی ان کا خاص جوہر تھا۔ الکاسب سے نمایاں وصف دوستی تھا۔ ایک دفعہ امیر معاویہ نے ان کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجے تو شام ہوتے ہوتے سب خیرات کر دئے اور اپنے لئے کچھ نہ رکھا۔

آپ نہایت خاشع۔ متضرع اور عبادت گزار تھیں چاشت کی نماز برابر پڑھتیں فرماتی تھیں کہ اگر میرا باپ بھی قبر سے اٹھ آئے اور منع کرے تب بھی میں باز نہ آؤں گی آنحضرت صلعم کے بعد جب کبھی یہ نماز قضا ہو جاتی تو نماز فجر سے پہلے اٹھ کر اس کو پڑھ لیتیں۔ رمضان میں تراویح کا خاص اہتمام کرتی تھیں اکثر روزے رکھا کرتیں اور ہر سال فریضہ حج کو ادا کرتی تھیں۔

حضرت عائشہ رض خود بیان فرماتی ہیں کہ مجھ کو باقی ازواج مطہرات رض پر اس لحاظ سے فضیلت حاصل ہے کہ میں باکرہ ہونے کی حالت میں نکاح میں آئی صرف میرے ماں اور باپ مہاجر ہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے میری برأت نازل ہوئی جبریل میری شکل میں آنحضرت صلعم کے پاس آئے اور کہا کہ عائشہ رض سے شادی کر نزول وحی کے وقت صرف میں ہی آپ کے پاس تھی جب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اس وقت آپ کا سر میرے سینہ پر تھا۔ میرے ہی حجرہ کو آنحضرت صلعم کا مدفن بننے کا شرف حاصل ہوا وغیرہ

حضرت حفصہ رض

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چوتھی شادی حضرت حفصہ رض سے کی آپ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں اس وجہ سے مزاج میں ذرا تیزی تھی۔ بسا اوقات آنحضرت صلعم سے دوبدو گفتگو کرتیں آپ رض کو دینی مسائل سیکھنے سکھانے کا بہت شوق تھا۔

احادیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت صفیہ رض رو رہی تھیں آنحضرت صلعم تشریف لائے اور رونے کی وجہ پوچھی انہوں نے کہا کہ مجھ کو حفصہ رض نے کہا ہے کہ تم یہودی کی بیٹی ہو آپ نے فرمایا حفصہ رض خدا سے ڈرو پھر حضرت صفیہ سے ارشاد ہوا تم نبی کی بیٹی ہو تمہارا چچا پیغمبر ہے اور پیغمبر کے نکاح میں ہو تم پر حفصہ رض کس بات میں فخر کر سکتی ہے۔

حضرت زینب بنت خزیمہ رض

اس کے بعد حضرت زینب بنت خزیمہ رض کو ازواج مطہرات میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہے آپ آنحضرت صلعم سے نکاح کے بعد صرف دو تین ماہ زندہ رہیں آنحضرت صلعم کی زندگی میں حضرت خدیجہ کے بعد یہی ایک بیوی تھیں جنہوں نے آپ کی زندگی میں وفات پائی آنحضرت صلعم نے خود نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں چونکہ فقراء اور مساکین کو نہایت فیاضی کے ساتھ کھانا کھلایا کرتی تھیں اس لئے ام المساکین کی کنیت کے ساتھ مشہور ہو گئیں۔

حضرت ام سلمہ رض

چھٹی شادی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رض سے کی۔ ام سلمہ آپ کی کنیت تھی اصل نام ہند تھا آغاز نبوت میں اپنے شوہر کے ساتھ اسلام لائیں آنحضرت صلعم کو ان سے بہت محبت تھی۔ صلح حدیبیہ میں آپ آنحضرت صلعم کے ساتھ تھیں قرآن اچھا پڑھتی تھیں آنحضرت صلعم کی طرز پر پڑھ سکتی تھیں حدیث سننے کا بہت شوق تھا۔ ایک مرتبہ بال گندھوا رہی تھیں۔ کہ آنحضرت صلعم خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے زبان مبارک سے "اے لوگو" نکلا تو کنگھی کرنے والی سے کہنے لگیں کہ بال باندھ دو اس نے کہا جلدی کیا ہے۔ ابھی تو "اے لوگو" ہی کہا ہے فرمایا کہ ہم آدمیوں میں داخل نہیں ہیں اور خود بال باندھ کر خطبہ میں شامل ہو گئیں۔

حضرت ام سلمہ رض نہایت زاہدانہ زندگی بسر کرتی تھیں ایک مرتبہ ایک ہار پہنا جس میں سونے کا کچھ حصہ شامل تھا آنحضرت صلعم نے اعراض کیا تو اس کو اتار ڈالا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی پابند تھیں خود فیاض تھی اور دوسروں کو بھی فیاضی کی طرف مائل کرتی تھیں

حضرت زینب بنت جحش رض

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا۔ کو بھی ازواج مطہرات میں شامل ہونے کا فخر حاصل ہے۔ آپ بھی نبوت کے ابتدائی دور میں اسلام لائیں آنحضرت صلعم نے آپ کا نکاح اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ سے کر دیا لیکن جب نباہ نہ ہو سکا تو زید بن حارثہ نے ان کو طلاق دے دی اور آپ نے ان سے نکاح کر لیا۔ اس نکاح سے جاہلیت کی ایک رسم کہ متبنیٰ اصل بیٹے کا حکم رکھتا ہے مٹ گئی۔ مساوات اسلامی کا وہ عظیم الشان منظر نظر آیا کہ آزاد غلام کی تمیز مٹ گئی۔

آنحضرت صلعم نے ازواج مطہرات کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ تم میں سے مجھ سے جلد وہ ملے گی جس کا ہاتھ لمبا ہو گیا۔ یہ دراصل استعارۃً فیاضی کی طرف اشارہ تھا حضرت زینب رض اپنی فیاضی کی بنا پر اس پیشگوئی کی مصداق ہوئیں عبادت میں خاص خشوع و خضوع کے ساتھ مصروف رہتی تھیں۔ نہایت قانع اور فیاض طبع تھیں خود اپنے دست بازو سے معاش پیدا کرتی تھیں۔ اور اس کو خدا کی راہ میں لٹا دیتی تھیں۔

حضرت جویریہ رض

حضرت جویریہ رض بنت حارث کو بھی ازواج مطہرات میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہے احادیث میں آتا ہے کہ حضرت جویریہ رض کا باپ حارث رئیس عرب تھا۔ حضرت جویریہ رض جب گرفتار ہو کر آئیں تو حارث آنحضرت صلعم کی خدمت میں آیا اور کہا کہ میری بیٹی کنیز نہیں بن سکتی میری شان اس سے بالاتر ہے۔ آپ اس کو آزاد کر دیں آپ نے فرمایا کہ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ خود جویریہ کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے حارث نے جا کر جویریہ رض سے کہا کہ محمدؐ نے تیری مرضی پر رکھا ہے دیکھنا مجھ کو رسوا نہ کرنا انہوں نے کہا میں آنحضرت صلعم کی خدمت میں رہنا پسند کرتی ہوں۔ چنانچہ آنحضرت صلعم نے ان سے شادی کر لی حضرت جویریہ رض کے نکاح میں آنے سے بنو مصطلق کے سینکڑوں گھرانے آزاد کر دئے گئے۔

حضرت جویریہ زاہدانہ زندگی بسر کرتی تھیں ایک دن صبح کو مسجد میں دعا کر رہی تھیں آنحضرت صلعم گزرے اور دیکھتے ہوئے چلے گئے دوپہر کے قریب آئے تب بھی ان کو اسی حالت میں پایا

حضرت ام حبیبہ رض

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں ہونے کا شرف حاصل ہے آپ آنحضرت صلعم کی بعثت سے ۱۷ سال قبل پیدا ہوئیں اپنے خاوند سے اختلاف مذہب کی بناء پر جھگڑا ہوا اور اس نے علیحدگی اختیار کر لی پھر آنحضرت صلعم کے نکاح میں آگئیں۔

حضرت ام حبیبہ رض کے جوش ایمان کا وہ منظر قابل دید ہے کہ فتح مکہ سے قبل جب ان کے باپ ابوسفیان آنحضرت صلعم کے پاس مدینہ آئے وہ اس وقت تک کفر کی حالت میں تھے حضرت ام حبیبہ رض کے گھر گئے اور آنحضرت صلعم کے بچھونے پر بیٹھنا چاہتے تھے حضرت ام حبیبہ نے یہ دیکھ کر بچھونا الٹ دیا ابوسفیان سخت برہم ہوئے کہ یہ بچھونا اس قدر عزیز ہے بولیں یہ آنحضرت صلعم کا فرش ہے۔ اور آپ مشرک ہیں اور اس بناء پر ناپاک ہیں ابوسفیان نے کہا کہ تو میرے پیچھے بہت بگڑ گئی۔

حدیث پر شدت سے عمل کرتی تھیں دوسروں کو بھی اس کی تاکید کرتی تھیں اور فطرتاً نیک مزاج تھیں

حضرت صفیہ رض

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی ازواج مطہرات میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہے آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایام محاصرہ میں ان کا بہت ساتھ دیا اور وہاں کھانا لے جانے پر حضرت امام حسن علیہ السلام کو مامور کیا۔

(باقی صفحہ ۲۱ پر)

مذہبی دنیا میں زمانہ حاضر کا ایک اہم مسئلہ

اِجرائے وحی و الہام!

"وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم ❖ اب بھی اُس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار"

از مکرم مولوی محمد عمر صاحب فاضل - مبلغ انچارج مدراس

جماعت احمدیہ کی مخالفت میں اور اِس زمانہ کے مامور من اللہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے انکار کی غرض سے اور سب سے بڑھ کر احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے لئے عامۃ المسلمین اور اُن کے نام نہاد ملّاؤں نے اسلامی تعلیمات کی صریح خلاف ورزی کرتے ہوئے یہ مسلک اختیار کیا ہوا ہے کہ خدا تعالےٰ اپنی صفت تکلّم سے معطل ہوچکا ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ جو کسی زمانہ میں اپنے نیک بندوں سے کلام کیا کرتا تھا اب اُس نے بولنا بند کر دیا ہے اور حضرت سرورِ کائنات رحمۃ للعالمین کی آمد کے ساتھ ہی نعوذ باللہ وہ گونگا ہو چکا ہے اور وحی و الہام کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا ہے۔

حالانکہ اُن کا یہ مسلک قرآنی آیات اور ارشاداتِ نبوی صلعم اور اقوال آئمہ سلف کے خلاف ہے۔

قرآن کریم کا مطالعہ ہمیں اِس بات کی رہنمائی کرتا ہے کہ خدا تعالےٰ جو تمام زمان و مکان کا رب ہے۔ اُس کی تمام صفات ہمیشہ کے لئے قائم و دائم ہیں۔ اور کسی زمانہ میں بھی اس کی کوئی صفت معطل نہیں ہوسکتی۔

اپنے پیارے اور چنیدہ بندوں سے ضرورت کے مطابق کلام کرنا اور وحی و الہام کے ذریعہ احکام و ہدایات نازل کرنا بھی خدا تعالےٰ کی بے شمار صفات میں سے ایک صفت ہے جو کبھی بھی معطل نہیں ہوسکتی گویا کہ خدا تعالیٰ کی کسی صفت پر کوئی بھی پہرہ نہیں بٹھا سکتا ہے۔

اسلام ایک زندہ مذہب ہونے کا سب سے بڑا اور اہم ثبوت یہ ہے کہ اس میں حضرت رسول کریم صلعم کے بعد بھی بے شمار ایسے مجددین اولیاء ابدال اور اقطاب وغیرہ آتے رہے ہیں جن سے خدا تعالےٰ ہم کلام ہوتا رہا ہے۔

چنانچہ اسلام کی اِس عظمت کو ثابت کرنے کے لئے اِس زمانہ کے مامور من اللہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی منقطع نہیں ہوئی اور نہ معجزات منقطع ہوئے۔ بلکہ ہمیشہ بذریعہ کاملین اُمت جو شرفِ اتباع سے مشرّف ہیں ظہور میں آتے ہیں۔ اسی وجہ سے مذہب اسلام ایک زندہ مذہب ہے۔ اور اس کا خدا زندہ خدا ہے چنانچہ اِس زمانہ میں بھی اس شہادت کے پیش کرنے کے لئے یہی بندۂ حضرت عزت موجود ہے۔"
(چشمۂ مسیحی صـ۱۸)

آپ اجرائے وحی والہام کو حضرت رسول کریم صلعم کی پیروی اور کامل اطاعت کے ساتھ مشروط کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"....... اور سب کے بعد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہمکلام ہوا کہ آپ پر سب سے زیادہ روشن اور پاک وحی نازل کی۔ ایسا ہی اُس نے مجھے بھی اپنے مکالمہ مخاطبہ کا شرف بخشا۔ مگر یہ شرف مجھے محض آنحضرت صلعم کی پیروی سے حاصل ہوا۔ اگر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت نہ ہوتا اور آپ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی میں کبھی یہ شرف مکالمہ مخاطبہ ہرگز نہ پاتا۔"
(تجلیات الٰہیہ صـ۲۵،۲۴)

آپ کو اپنی اِس وحی والہام اور کلام الٰہی پر اتنا کامل یقین تھا کہ آپ فرماتے ہیں:-

"میں خدا تعالےٰ کی تیئس برس کی متواتر وحی کو کیوں کر رد کر سکتا ہوں۔ میں اُس کی پاک وحی پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ اُن تمام خدا کی وحیوں پر ایمان لاتا ہوں جو مجھ سے پہلے ہو چکی تھیں۔" (حقیقۃ الوحی)

گویا کہ اِس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی ذاتِ اقدس خدا تعالےٰ کی ہستی کا زندہ اور بیّن ثبوت ہے۔ اور اِس بات کی واضح اور روشن دلیل ہے کہ خدا تعالےٰ اپنے پیارے بندوں سے اب بھی ہمکلام ہوتا ہے۔ جس طرح پہلے ہوتا تھا۔ گویا کہ آپ کا وجود حضرت رسول کریم صلعم کی عظمت اور اسلام کی صداقت کا ایک زندہ جاوید ثبوت ہے۔

پس بُرا ہو عناد و بغض اور تعصب کا کہ محض حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی مخالفت میں آج کل کے نام نہاد علماء اسلام کی عظمت کو ہی گرا دینا چاہتے ہیں اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے ارفع و اعلیٰ مقام سے ہی معزول کرنا چاہتے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

(۲)

وحی صرف پیغمبروں کے ساتھ مخصوص نہیں

قبل اس کے کہ قرآن کریم کی آیتوں کی رو سے اجرائے وحی والہام پر روشنی ڈالی جائے اِس مسئلہ کا حل بہت ضروری ہے کہ آیا وحی و الہام صرف پیغمبروں کے ساتھ مخصوص ہے یا نہیں۔

جماعت احمدیہ کے مخالفین جو انقطاع وحی والہام کے قائل ہیں ہمیشہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وحی و الہام پیغمبروں کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔ غیر پیغمبر اِس نعمتِ خداوندی سے محروم ہیں۔ حالانکہ وہ اپنے اِس دعوے کی دلیل میں کوئی آیت پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ یہ عقیدہ قرآنی تعلیمات اور اس کے نصِ صریح کے برخلاف ہے۔

چنانچہ اِس بات کے ضمن میں کہ خدا تعالیٰ غیر پیغمبروں سے بھی ہمکلام ہوتا ہے بعض آیاتِ قرآنی درج ذیل ہیں۔

خدا تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے:-

(۱)۔ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ (شوریٰ ع ۵)

یعنی خدا تعالےٰ کسی بشر سے تین طریقوں سے کلام کرتا ہے (۱) وحی کے ذریعہ (۲) پس پردہ (۳) یا فرشتہ بھیج کر۔

دیکھئے خدا تعالےٰ نے یہاں یہ نہیں فرمایا کہ وہ صرف پیغمبروں کے ساتھ ہی ان تین طریقوں سے کلام کرتا ہے اور غیر پیغمبروں سے نہیں کرتا۔ بلکہ آیت میں بشر کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس میں نبی اور غیر نبی دونوں داخل ہیں۔

(۲)۔ وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى الْحَوَارِيِّينَ أَنْ آمِنُوا بِي وَبِرَسُولِي۔ (مائدہ ع ۱۵)

یعنی ہم نے حواریوں کی طرف وحی کی کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ۔

اِس آیت میں حضرت مسیح ناصری علیہ السّلام کے حواریوں کے متعلق صاف طور پر فرمایا کہ ہم نے ان پر وحی نازل کی تھی حالانکہ یہ ایک مسلّمہ امر ہے کہ حواری انبیاء نہیں تھے بلکہ حضرت مسیح ناصری علیہ السّلام کے متبع تھے۔

اس کے علاوہ خدا تعالےٰ نے قرآن مجید میں متعدد جگہوں پر عورتوں پر بھی وحی نازل کئے جانے کا ذکر فرمایا ہے کہ

(۳)۔ وَأَوْحَيْنَا إِلَى أُمِّ مُوسَىٰ۔ ہم نے حضرت موسیٰؑ کی والدہ پر وحی نازل کی۔ (قصص ع ۱)

(۴)۔ وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ۔ (آل عمران ع ۵)

یعنی فرشتوں نے حضرت مریم کو خدا تعالےٰ کا یہ پیغام پہنچایا کہ اللہ تعالےٰ نے ان کو برگزیدہ کیا ہے اور پاک باز ٹھہرایا ہے۔

(۵)۔ وَامْرَأَتُهُ قَائِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ وَمِنْ وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ (ہود ع ۷)

یعنی حضرت ابراہیمؑ کی بیوی کو خدا تعالیٰ نے اسحٰق اور ان کے بعد یعقوب کی بشارت دی۔

یہ تمام آیتیں بتاتی ہیں کہ خدا تعالیٰ نے عورتوں پر بھی وحی والہام نازل فرمایا تھا۔ حالانکہ قرآن کریم کا یہ ارشاد ہے کہ خدا تعالےٰ عورتوں کو نبی اور رسول بنا کر نہیں بھیجتا۔

پس ان سب آیات کی موجودگی میں یہ دعویٰ کرنا کہ وحی صرف نبیوں اور رسولوں کے لئے مخصوص ہے غیر نبی کو نہیں ہوا کرتی باطل اور خلافِ قرآن ہے۔

(۳)

اجرائے وحی والہام از روئے قرآن

قرآن کریم ایک مکمل ضابطہ حیات ہونے اور بانیٔ اسلام حضرت رسول کریم صلعم شریعت کاملہ کے حامل ہونے کی وجہ سے آئندہ سے شرعی احکام پر مشتمل وحی والہام مسدود ہو چکا ہے۔ البتہ آنحضور صلعم کے بعد غیر شریعت والی وحی ہو سکتی ہے۔ اور آپ کے کامل متبعین پر اس کا دروازہ بند نہیں ہوا۔

چنانچہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے:-

(۱)۔ إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ۔ (حٰم سجدہ ع ۴)

کہ وہ لوگ جو خدا تعالےٰ کو اپنا رب اور پالنہار بناتے ہیں اور پھر اس پر استقامت اختیار کرتے ہیں اُن پر فرشتے نازل ہوتے ہیں۔

یہ آیت نہایت وضاحت کے ساتھ ظاہر کرتی ہے کہ مستقیم الحال مؤمنین پر خدا تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کے ذریعہ وحی کا نزول ہوتا رہے گا۔ گویا کہ سچے اور زندہ ایمان کا ثمرہ ہی خدا تعالیٰ کی طرف سے وحی والہام کا نزول بتایا گیا ہے۔

اگر اُمتِ محمدیہ اس نعمت خداوندی سے محروم ہے تو ماننا پڑیگا کہ دعویٰ ایمان میں استقامت اختیار کرنے والا ایک شخص بھی اس اُمت میں نہیں رہ گیا ہے۔ (العیاذ باللہ)

(۲) ۔ ایک اور مقام پر خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

یُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَنْ
يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ (نحل ع ۱)

یعنی خدا تعالےٰ اپنا کلام دے کر فرشتوں کو بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے نزول فرماتا رہتا ہے۔

(۳) ۔ اسی طرح فرماتا ہے:۔

رَفِيعُ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ
يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ
مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۔ (مومن ع ۲)

یعنی خدا تعالیٰ بہت بلند درجات والا اور صاحب عرش ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنا کلام نازل فرماتا ہے۔

مذکورہ تینوں آیتوں میں خدا تعالےٰ نے تتنزّلُ ۔ یُنَزِّلُ ۔ یُلقی ہر مضارع کے صیغے استعمال فرمائے ہیں۔ اور عربی قواعد کی رو سے مضارع کا صیغہ حال اور مستقبل دونوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

گویا کہ یہ تینوں آیتیں اور اس قسم کی دیگر اور کئی آیتیں ہمیں بتاتی ہیں کہ نزول وحی والہام اور نزول ملائکہ جس طرح پہلے زمانوں میں ہوا کرتا تھا اسی طرح حال اور آئندہ زمانوں میں بھی ہوا کریگا اور اس سلسلہ میں کہیں بھی کسی قسم کا انقطاع اور تعطل واقع نہیں ہوگا۔

عقلی لحاظ سے بھی دیکھا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اگر خدا تعالےٰ جس کا دیدار بوجہ اُس کے وراء الورٰی اور لطیف ہونے کے ہم نہیں کر سکتے۔ اگر گفتار سے بھی وہ اپنے مُشتاق کو تسلی نہیں دیتا تو اس کے مُشتاق کی کسی [illegible] تسلی نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام اللہ کی محبت میں سرشار ہو کر فرماتے ہیں ؎

دیدار گر نہیں ہے تو گفتار ہی سہی
حسن و جمال یار کے آثار ہی سہی

حقیقی عاشق اپنے محبوب سے ہمکلام ہونے کے لئے اپنے دل میں از حد تڑپ رکھتا ہے۔ اور اس کے کلام کو اپنے لئے آبِ حیات سمجھتا ہے ؎

"عشق مے خواہد کلام یار را
رو بپرس از عاشق ایں اسرار را"

اسی لئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي
قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ
إِذَا دَعَانِ (البقرہ ع ۲۳)

کہ اے رسول جب اضطرار اور بے قراری کی حالت میں تجھ سے میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں تو تو اُنہیں کہدے کہ میں قریب ہوں اور پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں۔

گویا کہ قرآنی آیات اور انسانی عقل کا یہ تقاضہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی صفت تکلّم کبھی بند نہ ہو ورنہ اس طرح دنیا ایک بہت بڑی محرومی سے دوچار ہو جائے۔

اجرائے وحی والہام از روئے احادیث

حضرت رسول کریم صلعم نے بھی متعدد دفعہ یہ ارشاد فرمایا ہے کہ خدا تعالےٰ کا یہ فیضان اُمتِ محمدیہ پر کبھی بند نہیں ہوگا۔ چنانچہ آپؐ فرماتے ہیں:۔

لقد کان فی من کان قبلکم من
بنی اسرائیل رجال یکلّمون من
غیر أن یکونوا انبیاء فان یک
فی اُمتی منہم احد فعمر
(بخاری مناقب عمر)

یعنی تم سے پہلے بنی اسرائیل میں ایسے آدمی ہوا کرتے تھے جن سے خدا تعالےٰ کلام کیا کرتا تھا۔ حالانکہ وہ نبی نہ ہوتے تھے۔ پس میری اُمت میں بھی ایسے آدمی ہوں گے۔ ان میں ایک حضرت عمرؓ بھی ہیں۔

اسی طرح یہ بھی روایتوں میں آتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہؓ نے دریافت فرمایا کہ یا رسول اللہ کیف محدّثٌ یعنی اے رسول خدا! محدث کسے کہتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا:۔

یُکلّمُ الملائکۃُ علیٰ لسانہم ۔ یعنی محدث وہ ہیں جن سے فرشتے اُن کی زبان میں کلام کرتے ہیں (تاریخ الخلفاء بحوالہ طبری)

گویا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی ارشاد فرمایا ہے کہ اُمتِ محمدیہ میں کئی ایسے محدث ہوں گے اور کئی ایسے غیر انبیاء بھی ہوں گے جن سے خدا تعالےٰ کلام کرتا رہے گا۔

سلف صالحین کا عقیدہ

(۱) ۔ شیخ الاکبر حضرت محی الدین بن عربیؒ نے آیۃ کریمہ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ الخ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

وَهٰذا کُلُّہٗ موجودٌ فی رجالِ اللّٰہِ
من الأولیاءِ (فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۱۶)

یعنی وحی کی یہ تمام (تینوں) اقسام جو قرآن میں مذکور ہیں خدا کے بندوں یعنی اولیاء اللہ میں پائی جاتی ہیں۔

(۲) ۔ اس سلسلہ میں حضرت مجدّد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کا ایک فرمان بھی قابل غور ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

اِعْلَمْ أَیُّہَا الْأَخُ الصِّدِّیقُ أَنَّ
کَلَامَہٗ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالیٰ مَعَ
الْبَشَرِ قَدْ یَکُوْنُ شِفَاہًا وَذٰلِکَ
الْأَفْرَادُ مِنَ الْأَنْبِیَاءِ عَلَیْہِمُ
الصَّلٰوۃُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ وَقَدْ
یَکُوْنُ ذٰلِکَ لِبَعْضِ الْکُمَّلِ مِنْ
مُتَابِعِہِمْ ۔

یعنی خدا تعالےٰ کا انسان کے ساتھ مکالمہ کبھی بالمشافہ ہوتا ہے اور وہ اکثر انبیاء کرام کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور کبھی ایسا کلام انبیاء علیہم السّلام کے کامل فرمانبرداروں کے ساتھ ہوتا ہے جو انبیاء کرام کی پیروی کے نتیجہ میں ہوتے ہیں۔

(۳) ۔ اسی طرح حضرت مولانا رومؒ اپنی مشہور عالم مثنوی میں فرماتے ہیں۔

چونکہ نفس از وسوسہ خالی شود
مہمان وحی اجلالی شود
(دفتر سوم صفحہ [illegible])

یعنی جب قلب انسانی شیطانی وساوس سے پاک ہو جاتا ہے تو اُس میں خدا تعالیٰ اپنی وحی نازل فرماتا ہے۔

(۴) ۔ تفسیر روح المعانی جلد ۷ صفحہ ۶۵ میں لکھا ہے کہ علامہ ابن حجرؒ سے کسی نے سوال کیا کہ کیا آنے والے عیسیٰ (مسیح موعودؑ) پر وحی کا نزول ہوگا؟ اُنہوں نے اس سوال کا اثبات میں جواب دیتے ہوئے کہا کہ اُنکی طرف وحی حقیقی کا نزول ہوگا۔ جیسا کہ مسلم کی حدیث میں ہے جو حضرت نواس بن سمعان سے مروی ہے۔ پھر وحی کا ذکر کر کے لکھا کہ

وَذٰلِکَ الْوَحْیُ عَلیٰ لِسَانِ جِبْرَئِیْلَ
عَلَیْہِ السَّلَامُ إِذْ ھُوَ السَّفِیْرُ بَیْنَ
اللّٰہِ تعالےٰ وانبیاءہٖ ۔

یعنی وہ وحی جو حضرت مسیح موعود پر نازل ہوگی حضرت جبریل کی زبان پر ہوگی۔ کیونکہ وہ اللہ تعالےٰ اور اُس کے انبیاء کے درمیان بطور سفیر کے ہیں۔ آگے لکھا ہے

وَخَبَرُ لَا وَحْیَ بَعْدِیْ بَاطِلٌ وَ
مَا اشْتَھَرَ أَنَّ جِبْرِیْلَ
لَا یَنْزِلُ إِلَی الْأَرْضِ بَعْدَ مَوْتِ
النَّبِیِّ صلعم فَھُوَ لَا أَصْلَ لَہٗ ۔

یعنی یہ جو مشہور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت جبرئیل کا نزول زمین کی طرف نہ ہوگا بالکل بے اصل اور باطل ہے۔

اس کے بعد فرماتے ہیں

وَلَعَلَّ مَنْ نَفَی الْوَحْیَ عَنْہُ عَلَیْہِ
السَّلَامُ بَعْدَ نُزُوْلِہٖ أَرَادَ وَحْیَ
التَّشْرِیْعِ ۔

یعنی جس نے حضرت رسول کریمؐ کے بعد وحی کی نفی کی ہے اس سے مراد تشریعی وحی ہوگی۔

الغرض قرآن مجید کی متعدد آیات حضرت رسول کریم صلعم کے کئی ارشادات اور سلف الصالحین کے عقیدے کے مطابق حضرت رسول کریم صلعم کے بعد بھی وحی والہام کا نزول ہوگا اور یہ کہنا کہ خدا تعالےٰ نے اپنا کلام نازل کرنا بند کر دیا ہے گویا کہ وہ اپنی صفت تکلّم سے محروم ہو گیا ہے یکسر غلط ہے اور عقل و نقل کے مغائر ہے۔

معبودِ حقیقی اور غیر معبود میں فرق

اگر خدا تعالیٰ کی صفت تکلّم کو معطّل قرار دیا جائے تو معبودِ حقیقی میں اور معبودانِ باطلہ میں کوئی تمیز نہیں رہے گی۔

کیونکہ خدا تعالےٰ معبودان باطلہ کے متعلق فرماتا ہے:۔

أَلَمْ يَرَوْا أَنَّهُ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَ
لَا يَهْدِيهِمْ سَبِيلًا ۔ (اعراف ع ۱۸)

یعنی کیا مشرکین اس بات پر غور نہیں کرتے ہیں کہ اُن کے معبود نہ اُن سے کلام کر سکتے ہیں اور نہ کسی بات کی طرف رہنمائی کر سکتے ہیں۔

نیز فرماتا ہے:۔

وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا
يَسْتَجِيبُونَ لَهُمْ بِشَيْءٍ (رعد ع ۲)

وہ لوگ جو خدا تعالےٰ کو چھوڑ کر غیر اللہ کو پکارتے ہیں وہ ان کی کسی پکار یا دُعا کو سُن کر جواب نہیں دے سکتے۔

اسی طرح خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔

إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا
دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا
لَكُمْ (فاطر ع ۲)

یعنی اگر تم اپنے معبودوں کو پکارو گے تو وہ تمہاری دُعاؤں کو سُن نہیں سکتے۔ اگر بفرضِ محال وہ سُن بھی لیں تو جواب ہرگز نہیں دے سکتے۔

اس کے بالمقابل خدا تعالےٰ اپنی نسبت فرماتا ہے۔

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي
قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا

دعانِ - (البقرہ ع۲۳)

یعنی جب میرا متلاشی بندہ میری ہستی کے متعلق دریافت کرے تو تُو اُن کو کہدے کہ میں بالکل قریب ہوں اور جب بھی وہ مجھے پکارے میں اُس کو جواب دیدیتا ہوں۔

گویا بندے کی پکار پر خدا تعالےٰ کا جواب دینا اور اُس سے ہمکلام ہونا وحی والہام کے سلسلہ کے جاری وساری رہنے کی زبردست دلیل ہے۔

اس زمانہ میں جبکہ خدا تعالیٰ کی ہستی صرف ایک خیالی تصور بن کر رہ گئی ہے خدا تعالےٰ نے اپنی ہستی کا اور زندگی کا ثبوت دینے کے لئے اور حضرت رسول کریم صلعم کی اور اسلام کی عظمت اور تازگی کو از سر نو زندہ کرنے کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کو اپنے پاک اور مطہر مکالمہ و مخاطبہ کا شرف بخشا۔ آپؑ نے آکر خدا تعالےٰ کے وجود اور اس کی تمام صفات کے ثبوت کے طور پر اپنے آپ کو پیش کر دیا۔ اور اپنے اس دعوی کی تردید کے لئے تمام جہان کو چیلنج کیا اور فرمایا ہے وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم اب بھی اُس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار

آپ اپنی آمد کی غرض بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"مَیں بنی نوع پر ظلم کرونگا اگر مَیں اِس وقت ظاہر نہ کروں کہ وہ مقام جس کی میں نے یہ تعریفیں کی ہیں اور وہ مرتبہ مکالمہ اور مخاطبہ کا جس کی میں نے اِس وقت تفصیل بیان کی ہے وہ خدا کی عنایت نے مجھے عنایت فرمایا ہے۔ تا مَیں اندھوں کو بینائی اور ڈھونڈنے والوں کو اس گم گشتہ کا پتہ دوں اور سچائی قبول کرنے والوں کو اس پاک سرچشمہ کی خوشخبری سُناؤں۔ اور جس کا تذکرہ بہتوں میں ہے اور پانے والے تھوڑے ہیں۔ مَیں سامعین کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ خدا جس کے ملنے میں انسان کی نجات اور دائمی خوشحالی ہے وہ بجز قرآن شریف کی پیروی کے ہرگز نہیں مل سکتا۔ کاش جو مَیں نے دیکھا ہے لوگ دیکھیں اور جو مَیں نے سُنا ہے وہ سُنیں اور قصوں پر غور کریں۔ اور حقیقت کی طرف دوڑیں۔ وہ کامل علم کا ذریعہ جس سے خدا نظر آتا ہے وہ میل اُتارنے والا پانی جس سے تمام شکوک دور ہو جاتے ہیں وہ آئینہ جس سے اس برتر ہستی کا درشن ہو جاتا ہے خدا کا وہ مکالمہ مخاطبہ ہے جس کا مَیں ابھی ذکر کر چکا ہوں .... میں سب طالبوں کو یقین دلاتا ہوں کہ صرف اسلام ہی ہے جو اُس راہ کی خوشخبری دیتا ہے اور دوسری قومیں تو خدا کے الہام پر مدت سے مہر لگا چکی ہیں۔ سو یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کی طرف سے مہر نہیں۔ بلکہ محرومی کی وجہ سے انسان ایک حیلہ پیدا کر لیتا ہے۔ اور یقیناً سمجھو کہ جس طرح یہ ممکن نہیں کہ ہم بغیر آنکھوں کے دیکھ سکیں یا بغیر زبان کے بول سکیں اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ بغیر قرآن کے اس پیارے محبوب کا منہ دیکھ سکیں۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی)

وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن۔

اخلاق فاضلہ ایک انمول دولت ہیں بقیہ صـ۸

بقیہ صـ۸

ڈرتے دن بسر کیا۔ .... خدا چاہتا ہے۔ کہ تمہاری ہستی پر پورا پورا انقلاب آوے اور وہ تم سے ایک موت مانگتا ہے۔ جس کے بعد وہ تمہیں زندہ کرے گا۔ تم آپس میں جلد صلح کرو۔ اور اپنے بھائیوں کے گناہ بخشو۔ کیونکہ شریر ہے وہ انسان جو اپنے بھائی کے ساتھ صلح پر راضی نہیں وہ کاٹا جائیگا۔ کیونکہ وہ تفرقہ ڈالتا ہے۔ تم اپنی نفسانیت ہر ایک پہلو سے چھوڑ دو۔ اور باہمی ناراضگی جانے دو۔ اور سچے ہو کر جھوٹے کی طرح تذلل کرو۔ تا کہ تم بخشے جاؤ۔ .... کیا ہی بد قسمت وہ شخص ہے جو ان باتوں کو نہیں مانتا۔ جو خدا کے مُنہ سے نکلیں اور میں نے بیان کیں۔ تم اگر چاہتے ہو۔ کہ آسمان پر خدا تم سے راضی ہو تو تم باہم ایسے ہو جاؤ جیسے ایک پیٹ سے دو بھائی۔ تم میں سے زیادہ بزرگ وہی ہے۔ جو زیادہ اپنے بھائی کے گناہ بخشتا ہے اور بدبخت ہے وہ جو ضد کرتا ہے اور نہیں بخشتا۔ سو اُس کا مجھ میں حصہ نہیں...... تم سب دل سے اور پورے صدق سے اور سرگرمی کے قدم سے خدا کے دوست بنو تا وہ بھی تمہارا دوست بن جائے۔ تم ماتحتوں پر اور اپنی بیویوں اور بچوں اور اپنے غریب ← بھائیوں پر رحم کرو تا آسمان پر تم پر رحم ہو۔ تم سچ مچ اُس کے ہو جاؤ تا وہ بھی تمہارا ہو جائے۔" (کشتی نوح)

دُعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمیں ان دینی واخلاقی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

سیرت ازواجِ مطہرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بقیہ صـ۱۸

بقیہ صـ۱۸

دیگر ازواج مطہرات کی مانند حضرت صفیہؓ بھی اپنے زمانہ میں علم کا مرکز تھیں۔ اکثر عورتیں اُنکے پاس مسائل پوچھنے جمع ہو جایا کرتی تھیں۔ حلم وتحمل اُنکے باب فضائل کا نہایت جلی عنوان ہے۔ حضرت صفیہؓ کو آنحضرت صلعم سے بے انتہا محبت تھی چنانچہ جب آپ علیل ہوئے تو نہایت حسرت سے بولیں کہ کاش آپکی بیماری مجھکو ہو جاتی۔ ازواج نے انکی طرف دیکھنا شروع کیا تو آنحضرت صلعم نے فرمایا یہ سچ کہہ رہی ہیں۔ آپ بہت فیاض واقع ہوئی تھیں۔

حضرت میمونہؓ

حضرت میمونہؓ بنت حارث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے آخری بیوی ہونے کا شرف حاصل ہے آنحضرت صلعم جب ذیقعدہ کے مہینہ میں عمرہ کی غرض سے مکہ روانہ ہوئے تو اسی احرام کی حالت میں حضرت میمونہؓ سے نکاح ہوا۔

حضرت عائشہؓ نے حضرت میمونہؓ کے بارہ میں فرمایا تھا کہ میمونہؓ ہم میں سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والی اور صلہ رحمی کرنے والی تھیں۔ احکام نبویؐ کی تعمیل ہر وقت پیش نظر رہتی تھی۔

حضرت میمونہؓ کبھی کبھی قرض لیتی تھیں ایک مرتبہ زیادہ لے لیا تو کسی نے کہا کہ اسکو کس طرح ادا کرینگی تو فرمایا کہ آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ جو شخص ادا کرنے کی نیت رکھتا ہے خدا خود اسکا قرض ادا کر دیتا ہے۔ یعنی ادائیگی کے سامان کر دیتا ہے۔

ولادت

مکرم حسن جان صاحب بره پوره بھاگلپور کے ہاں مورخہ ۱۲/۲۲/۷۶ کو پہلی بچی تولد ہوئی ہے۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے بچی کا نام "راشدہ" تجویز فرمایا ہے۔ احباب بچی کے خادمہ دین بننے اور والدین کے لئے قرۃ العین ہونے کے لئے دُعا فرمائیں۔

موصوف نے اس خوشی میں پانچ روپے اعانت بدر اور دس روپے درویش فنڈ میں ادا کئے ہیں۔ خاکسار: محمد حمید کوثر مبلغ سلسلہ

اخبارِ قادیان

★— جلسہ سالانہ ربوہ کے بعد مندرجہ ذیل حضرات زیارتِ مقاماتِ مقدسہ کی غرض سے قادیان تشریف لائے۔

★— مکرم ظفر اللہ الیاس صاحب اور مکرم عبد القدیر صاحب موتا جو آف نائیجیریا مورخہ ۱/۱۴/۷۷ کو تشریف لائے اور مورخہ ۱/۱۵/۷۷ کو واپس تشریف لے گئے۔

★— مکرم سید بشارت نور صاحب اور مکرم ندیم رضوان وندامان صاحب آف انگلینڈ مورخہ ۱/۱۵/۷۷ کو تشریف لائے اور مورخہ ۱/۱۷/۷۷ کو واپس تشریف لے گئے۔

★— مکرم ڈاکٹر مرزا محمد ادریس بیگ صاحب مع اہلیہ صاحبہ آف انگلینڈ ۱/۱۶/۷۷ کو تشریف لائے اور مورخہ ۱/۱۸/۷۷ کو واپس تشریف لے گئے۔

★— مکرم محمد ابراہیم بن یعقوب صاحب مکرم یعقوب جبرائیل عیسیٰ صاحب مکرم کوا کو جبرائیل ایکل صاحب مکرم یعقوبو ابراہیم صاحب آف غانا مورخہ ۱/۱۷/۷۷ کو تشریف لائے اور مورخہ ۱/۱۸/۷۷ کو واپس تشریف لے گئے۔

★— مورخہ ۱/۱۸/۷۷ کو مکرم مولوی عبد الکریم صاحب مع اہلیہ محترمہ اور مکرم عبد اللطیف خان صاحب آف انگلینڈ زیارت مقامات مقدسہ کی غرض سے تشریف لائے اور مورخہ ۱/۲۱/۷۷ کو واپس تشریف لے گئے۔

★— مورخہ ۱/۱۹/۷۷ کو بعد نماز عشاء مسجد مبارک میں محترم شیخ عبد الحمید صاحب عاجز کی زیر صدارت ایک تربیتی اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں مکرم مولوی عبد الکریم صاحب آف انگلینڈ نے مسجد احمدیہ سویڈن کے سنگِ بنیاد وافتتاح اور جلسہ سالانہ ربوہ کے بعض ایمان افروز حالات سُنائے۔

★— عزیز نصیر احمد حافظ آبادی اور عزیز منظور احمد صاحب پونچھی تا حال مکمل طور پر صحت یاب نہیں ہوئے احباب دعائے صحت فرمائیں۔

★— اللہ تعالےٰ کے فضل سے جلسہ سالانہ قادیان کی آمد آمد ہے۔ اللہ تعالےٰ قادیان تشریف لانے والے معزز مہمانوں کا سفر وحضر میں حافظ وناصر ہو۔ آمین۔

احمدی خواتین کی ذمہ داریاں

از مکرمہ اعظم بشیر صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ حیدر آباد۔

؎ اُنہی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زباں میری ہے بات اُن کی ہے
اُنہی کی محفل سنوارتا ہوں چراغ میرا ہے رات اُن کی ہے

قرآن شریف میں مومنوں کی جو صفات سورۂ احزاب میں بیان کی گئی ہیں اُن میں سے چند صفات یہ ہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ

قانون خداوندی کی اطاعت کرنے والے مرد اور اطاعت کرنے والی عورتیں۔

ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں۔

قربانیوں میں صدق وصفا دکھانے والے مرد اور صدق وصفا دکھانے والی عورتیں۔

اپنے اموال کو بنی نوع انسان کی ہمدردی میں خرچ کرنے والے مرد اور خرچ کرنے والی عورتیں۔

ذکر الٰہی کرنے اور مصائب میں صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں۔ ان سب کے لئے اللہ تعالےٰ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کیا ہے۔

مندرجہ بالا امور کی تشریح اور عمل آوری ہی احمدی خواتین کی ذمہ داریاں کہلاتی ہیں یاد رہے کہ مسیح موعود اور مہدی معہود کی بعثت کی غرض وغایت یہ ہے کہ

یحی الدین ویقیم الشریعۃ۔ یعنی مسیح موعود دین کو زندہ کریگا اور شریعت کو قائم کریگا۔ چنانچہ آپ کا جو ایمان ثریا پر چلا گیا تھا اس کو زمین پر واپس لے آئے اور ایک زندہ خدا۔ ایک زندہ رسول اور ایک زندہ کتاب کو دنیا کے سامنے پیش کر کے خالق ومخلوق کے درمیان ایک WIRCLESS STATION قائم فرمایا۔

اس لحاظ سے ہم احمدی خواتین قابل مبارک باد ہیں۔ کیونکہ ہم نے ایک پکارنے والے کی دلکش اور پُرسوز آواز کو سُنا اور اپنے دل کی گہرائیوں سے لبیک لبیک کہا۔ گردن پھیری تو دیکھا کہ اجر عظیم تیار ہے۔

اس بشارت کے ساتھ ہم احمدی خواتین پر بہت سی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں جس کی ادائیگی ایک احمدی عورت کی بلند شان ہے — اس کی کمال خوبی ہے! ورنہ ہم میں اور دوسروں میں کیا فرق رہ جاتا ہے؟؟؟!

اس سے پہلے کہ میں احمدی خواتین کی ذمہ داریوں کا مختصراً ذکر کروں یہ ضروری سمجھتی ہوں کہ اُس بابرکت وجود اُس عظیم رہنما حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر کروں۔ (ملّت کے اُس فدائی پر رحمت خدا کرے) جس نے طبقۂ نسواں کو اپنی بے شمار اور ان گنت نوازشوں سے نوازا اور دن رات اسی فکر میں مبتلا تھا کہ احمدی عورتیں دنیا کی کسی قوم کی عورتوں سے پیچھے نہ رہیں بلکہ دنیا کی دیگر عورتوں کی راہ نما بنیں۔ آپ نے عورتوں کو اُس راہ پر گامزن ہونے کے لئے اُن کے جائز حقوق دلانے کے لئے لجنہ کا قیام فرمایا — لجنہ اماء اللہ قائم کرنے کی غرض یہ تھی کہ احمدی مستورات دینی و دنیوی ہر لحاظ سے ترقی کریں تا اُنکے گھر پروان چڑھنے والی نسل در نسل اسلام اور انسانیت کی جان نثار سپاہی بن سکے۔ اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا کہ جب تک عورت خود دینی و دنیوی تعلیم سے آراستہ نہ ہو وہ مذہب کی فدائی نہ بن سکے گی۔

غرض احمدی مستورات پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں وہ یہ ہیں کہ ہم قانون خداوندی کی دلی خوشی کے ساتھ اطاعت کریں۔ قربانیوں میں صدق وصفا دکھائیں ہم اپنی کوششوں اور قربانیوں کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کے اس وعدے کے دن کو قریب تر لائیں اور اپنی آنکھوں سے اسلام کا غلبہ دیکھ لیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید۔

ترجمہ:۔ اگر میرے انعامات اور میرے احسانات کی تم لوگ قدر کرتے رہے تو ہمیشہ ہمیشہ اپنے آپ کو مزید انعامات کا حقدار پاؤ گے۔ لیکن ناقدری کرنے کی صورت میں اللہ تعالےٰ سے ڈرتے بھی رہنا چاہیئے۔

چنانچہ احمدی مستورات ان انعامات کی قدر اور شکر گذاری اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں مضمر سمجھیں۔

ایک احمدی عورت کا طرۂ امتیاز یہ ہونا چاہیئے کہ وہ ہر شعبہ زندگی میں اور ہر ادنیٰ و اعلیٰ عمل میں دین کو مقدم رکھیں۔ کیونکہ اسی سے حیاتِ انسانی کے صحیح تصور کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ وہ تصور جو حقائق سے بھرپور اور فطرت شناسی کا آئینہ دار ہے۔ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون کے مفہوم کو احسن رنگ میں ادا کرنا بھی ہماری ذمہ داریوں میں شامل ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام جہاں دلائل و براہین سے آراستہ تھے وہاں دُعا کے ہتھیار سے بھی مسلح تھے۔ آپ نے اُس خدائی ہتھیار کو اپنے ماننے والوں کے حوالے کیا اور فرمایا کہ دعا میں ایک مقناطیسی قوت ہے جو ناممکن کو ممکن میں بدل دیتی ہے۔ آپ نے دُعاؤں کے معجزات ہمارے سامنے پیش فرمائے ہیں۔ لہذا ہر احمدی بہن کا یہ فرض ہے کہ وہ اُٹھتے بیٹھتے دُعا اور ذکر الٰہی میں لگی رہے اور دُعا کو اپنا عصا سمجھے۔ اور بچوں میں بھی دُعا اور ذکر الٰہی کی عادت ڈالے۔

احمدی خواتین کی یہ بھی ایک ذمہ داری ہے کہ وہ قربانی کے کسی پہلو کو بھی نظر انداز نہ کریں۔ خواہ وہ اولاد کی قربانی ہی کیوں نہ ہو۔ اموال کی قربانی ہی کیوں نہ ہو۔ وقت کی قربانی ہی کیوں نہ ہو۔ اور جانی قربانی ہی کیوں نہ ہو۔ بہر کیف احمدیت کے چمن کو اپنا خون جگر دے کر سرسبز وشاداب بنانا ہمارا فرض ہے۔

اس سلسلہ میں سب سے اہم ذمہ داری اولاد کی صحیح رنگ میں تعلیم و تربیت ہے۔ بچے کو بچپن ہی سے اسلامی ماحول میں اسلامی تعلیمات سے روشناس کرانا چاہیئے اس کے یہ معنی نہیں کہ دنیوی تعلیم سے منہ موڑ لیں۔ نہیں بلکہ دنیوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کا خاص طور پر خیال رکھیں۔ جہاں ان دونوں میں ٹکراؤ ہو وہاں دین کو مقدم رکھیں۔ بچے کو اعلیٰ تعلیم دلوانا' پھر اس کے اخلاق سنوارنا' قوم کا ایک قیمتی وجود بنانا' نماز باجماعت کا شوق پیدا کرنا' قرآن کریم سے عشق' رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں اپنا تن من دھن نچھاور کرنا' پھر آپؐ کے بروز مہدی زماں مسیح دوراں کی محبت' ان کی عطا کردہ روشنی تمام عالم میں پھیلانے والے خلفاء کی محبت دلوں میں بٹھانا' موجودہ حالات کے پیش نظر اس امر سے واقف کرانا کہ ؎

تم مدبر ہو کہ جرنیل ہو یا عالم ہو
ہم نہ خوش ہونگے کبھی تم میں گر اسلام نہ ہو

یہ تمام امور ایک احمدی ماں کی ذمہ داریوں میں شامل ہیں۔

اے اللہ! تو ہمیں توفیق عطا فرما کہ ہماری اگلی نسل ہم سے بھی زیادہ تیری خاطر قربانیاں کرنے والی ہو۔ تیری واحدنیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا جھنڈا دنیا کے کنارے میں گاڑنے والی ہو۔ اور ہم تیری خوشنودی حاصل کر کے اس جہاں سے رخصت ہوں۔

احمدی مستورات کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں۔ اور اپنی سستیوں اور غفلتوں کو خیرباد کہیں۔ جس مقام تک حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ آپ کو بذریعہ لجنہ اماء اللہ لے جانا چاہتے ہیں۔ وہاں تک پہنچنے کا عزم کریں۔ آپ اپنے مقصد حیات کو پہچانیں دینی و دنیوی علوم حاصل کریں۔ کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ کا ایک دعویٰ سلطان القلم ہونے کا بھی ہے۔ خود سلسلہ کے کاموں میں حصہ لیں اور تنظیم کا احترام کریں۔ پھر بچوں میں بھی اس کا شوق پیدا کریں — ہمارے کام ایسے عمدہ ہوں کہ دنیا یہ پکار اُٹھے کہ یہ اس زمانہ کے مامور کی جماعت ہے۔ مگر افسوس اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آپس کے جھگڑوں کی وجہ سے عورتیں اجلاسوں میں نہیں آتیں یا نوٹی کاموں میں حصہ نہیں لیتیں۔ میں بحیثیت ایک احمدی ہونے کے یہ سوال کرنے کی ہمت کرتی ہوں کہ کیا!! اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے روحانی فرزند مسیح موعود علیہ السّلام کی خاطر اپنے ذاتی جھگڑے۔ ذاتی مفاد۔ ذاتی بڑائی۔ اپنا علم اپنی دولت اور اپنی عزت وغیرہ قربان کر کے آپس میں پیار و محبت اتفاق واتحاد پیدا کرنے کا وقت نہیں آیا؟؟!

یاد رکھیں کہ اسلام اور احمدیت کی ترقی ہم عورتوں سے قربانی کا مطالبہ کرتی ہے! یہ ہمارا فرض اوّلین ہے کہ ہم اپنے کئے ہوئے عہد کو یاد رکھ کر ایک قربانی کے بجائے قربانیوں کے ڈھیر لگا دیں۔ اس ضمن میں ہم اپنے دل سے اس تاریک خیال کو نکال پھینک دیں کہ ہم کمزور ہیں۔ لہذا ہم کچھ کر نہیں سکتیں۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اپنی ذمہ داریاں نباہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔